UNIVERSAL
LIBRARY
OU_224941
UNIVERSAL
LIBRARY

وقال ابن عباس قال رأى محمد ربه

چونکہ شب معراج کے واقعات جتنے عجائب وغرائب اور جسقدر بے شمار معجزات کو شامل ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن انقلاب زمانہ دور حاضرہ کی افراط تفریط سے مثل دیگر امور کے معراج شریف کے واقعات بھی اس افراط وتفریط سے خالی نہیں اگر ایک شخص اس میں سینکڑوں جھوٹی روایتیں منظوم کرتا ہے تو دوسرا تمام قصہ ہی کو یکسر اڑا دیتا ہے اس انقلاب کو دیکھتے ہوئے

رسالہ

تنویر السراج فی لیلۃ المعراج

مع ضمیمہ

تبصیر الزجاج لتنویر السراج

حضرت مولانا الحاج شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم نے تالیف فرمایا

جس میں اپنی عادت شریفہ کے مطابق اعتدال کے ساتھ کتب احادیث وسیر سے صحیح صحیح واقعات معراج شریف جمع فرمائے ہیں اور

جس کو احقر (مولوی) سید احمد مدیر کتبخانہ اعزازیہ نے خاص اہتمام اور جانفشانی سے

سنہ ۱۳۵۰ھ

چھپوا کر کتبخانہ اعزازیہ دیوبند سے شائع کیا

ہر قسم کی عمدہ اور سستی کتب بکفایت ملنے کا پتہ (مولوی) سید احمد مدیر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند

چند مطبوعات جدید کتبخانہ اعزازیہ دیوبند

مناجات مقبول معہ قربات عند اللہ وصلوٰۃ الرسول
یعنی
ادعیہ ماثورہ و قرآنی دعائیں!

آپ کی دعا کیوں قبول نہیں ہوتی اسلئے کہ آپ دعا مانگنے کے طریقوں سے ناواقف ہیں اسلئے کہ آپ خدا اور اسکے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق دعا نہیں مانگتے یہی وجہ ہے کہ ابتک آپ کی دعائیں بے اثر ہیں لہذا ضرورت ہے کہ پہلے آپ دعا مانگنے اور مرادیں پوری ہونے کے طریقے معلوم کیجئے اور خدا اور رسول کے راستوں کے موافق دعا مانگئے پھر دیکھئے کہ آپ اگر بے اولاد ہیں تو صاحب اولاد ہوجائینگے اگر مفلس ہیں تو زردار ہوجائینگے مقدمات کی پریشانی ہے تو فائز المرام ہوجائینگے، غرض آپ کی ہر مراد کی کنجی مناجات مقبول ہے جسمیں تمام دعائیں قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے حضرت الحاج مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم نے جمع فرماکر ہفتہ کے ہر دن کیلئے علیحدہ علیحدہ سات منزلوں میں تقسیم فرمائیں اور جسکا اردو میں منظوم ترجمہ بھی سات منزلوں میں کرادیا گیا ہے، یہ بھی ہر دن کے لئے علیحدہ علیحدہ مخصوص ہے، ہمنے اس مناجات کو خاص اہتمام اور بعد اضافہ دعائے حزب البحر و شنوی ہفت احزاب و شجرات چشت مکمل و دعائے ابراہیم ابن ادہم اور بعض فوائد نافعہ ضروریہ کے نہایت جانفشانی اور خاص اہتمام کے ساتھ طبع کرائی ہے کتابت دیدہ زیب کاغذ اعلیٰ ٹائیٹل پیج خوشنما، ہدیہ غیر مجلد بارہ آنہ (۱۲/) مجلد ایک روپیہ (عہ/)

دعائے حزب البحر والبر و اسمار بدرین

دعائے حزب البحر والبر و اسمار بدرئین جن مرتبے کی دعائیں ہیں محتاج تعارف نہیں ہم نے ان تینوں وظیفوں کو یکجا ہی طبع کرایا ہے ھدیہ ہر سہ وظائف چار آنہ ..... (۴/)

ملنے کا پتہ:۔ (مولوی) سید احمد مدیر کتبخانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور

تنویر السراج

سنہ ١٣٥٠ھ

فی

لیلۃ المعراج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے یہ ایک فصل ہے نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب کی جس میں واقعہ معراج شریف کا عقلی و نقلی دلائل سے مشرح بیان ہے اور اس میں ایک نہایت نافع وجامع ضمیمہ کا بھی اضافہ کرادیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ کتاب بے نظیر ہوگئی ہے۔

احقر (مولوی) سید احمد مدیر کتبخانہ اعزازیہ دیوبند۔

منجملہ کمالات نبویہ عظیمۃ الشان کے ایک یہ واقعہ ہے جو مکہ میں بقول زہری ۵ سنہ بعثت کے بعد ہوا (کذا قالہ النووی) جس کے راوی اتنے صحابی ہیں۔ [1] حضرت عمرؓ۔ [2] حضرت علیؓ [3] حضرت ابن مسعودؓ۔ [4] حضرت ابن عباسؓ۔ [5] حضرت ابن عمرؓ۔ [6] حضرت ابن عمروؓ [7] حضرت ابی بن کعبؓ [8] حضرت ابوہریرہؓ۔ [9] حضرت انسؓ۔ [10] حضرت جابرؓ۔ [11] حضرت بریدہؓ [12] حضرت سمرہ بن جندبؓ [13] حضرت حذیفہ بن الیمانؓ [14] حضرت شداد بن اوسؓ۔ [15] حضرت صہیبؓ [16] حضرت مالک بن صعصعہؓ۔ [17] حضرت ابی امامہؓ۔ [18] حضرت ابوایوبؓ [19] حضرت ابوحبہؓ۔ [20] حضرت ابوذرؓ۔ [21] حضرت ابوسعید خدریؓ

ف۱ اس کی روایتیں مواہب سے ہیں اور جو دوسری کتاب کی ہیں وہاں اُن کے نام کے ساتھ لفظ کذا بڑھا دیا ہے ۱۲ منہ

ہوئی اور آپ کے اس ارشاد سے ساکن ہوگیا کہ اثبت فانما علیک نبی و صدیق و شہیدان اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ جبریل نے میرا ہاتھ پکڑا اور آسمان دنیا پر پہونچے (رواہ البخاری) اور بعض میں آیا ہے کہ آپ کو جبریل علیہ السلام نے براق پر اپنے پیچھے سوار کیا (رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحارث فی مسندہ) سو ان کو روایت بالا سے تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اول اول جبریل علیہ السلام خود اس مصلحت سے سوار ہو لیے ہوں کہ آپکو طبعاً خوف معلوم نہ ہو پھر اُتر کر رکاب تھام لی ہو اور دونوں حالتوں میں گاہ گاہ ضرورت کے موقع پر آپ کو تھامنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے ہوں۔

واقعہ پنجم۔ جب آپ منزل مقصود کو روانہ ہوئے تو آپ کا گذر ایک ایسی زمین پر ہوا جس میں کھجور کے درخت کثرت سے تھے جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ اُتر کر یہاں نماز (نفل) پڑھیے آپ نے نماز پڑھی جبریل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے یثرب[ل] (مدینہ) میں نماز پڑھی پھر ایک سفید زمین پر آپ کا گذر ہوا جبریل علیہ السلام نے کہا اُتر کر نماز پڑھیے آپ نے نماز پڑھی۔ جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے مدین میں نماز پڑھی۔ پھر بیت اللحم پر گذر ہوا وہاں بھی نماز پڑھوائی اور کہا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے (رواہ البزار والطبرانی وصححہ البیہقی فی الدلائل) اور ایک روایت میں بجائے مدین کے طور سینا ہے کہ آپ نے طور سینا پر نماز پڑھی جہاں اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ہے (کذا رواہ النسائی)

واقعہ ششم۔ جس میں عجائب واقعات برزخ کے ملاحظہ فرمائے اور وہ یہ ہے کہ آپ کا گذر ایک عجوزہ پر ہوا جو سرِ راہ کھڑی تھی آپ نے دریافت فرمایا کہ اے جبریل یہ کیا ہے اُنہوں نے کہا کہ چلئے چلئے آپ چلتے رہے ایک بڈھا رستہ سے بچا ہوا ملا کہ آپ کو بلاتا ہے کہ اے محمدؐ ادھر آیئے جبریل علیہ السلام نے کہا چلئے چلئے اور آپ کا ایک جماعت پر گذر ہوا کہ اُنہوں نے آپ کو بایں الفاظ سلام کیا۔ السلام علیک یا اول

[ل] ۔ اس وقت تک اس کا نام یہی تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدوم میمنت لزوم کے بعد مدینہ مقرر ہوا۔ اور بعض روایات میں اب یثرب کہنے کی کراہت آئی ہے ۱۲ منہ

السلام علیک یا آخر۔ السلام علیک یا حاشر۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ان کو جواب دیجئے اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وہ بڑھیا جو آپ نے دیکھی وہ دنیا تھی سو دنیا کی اتنی عمر رہ گئی ہے جیسی بڑھیا کی عمر رہ جاتی ہے اور جس نے آپ کو پکارا تھا وہ ابلیس تھا اور اگر آپ ابلیس کے اور دنیا کے پکارنے کا جواب دیدیتے تو آپکی اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی۔ اور جنہوں نے آپ کو سلام کیا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسے علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام تھے (رواہ البیہقی فی الدلائل) وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی الفاظ مکارۃ وغرابۃ اور طبرانی اور بزار کی حدیث میں بروایت ابوہریرہ یہ ہے کہ آپکا گذر ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بو بھی لیتے ہیں اور کاٹ بھی لیتے ہیں اور جب کاٹتے ہیں پھر وہ ویسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کاٹنے کے قبل تھا۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ اُن کی نیکی سات سو گونہ تک بڑھتی ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ پھر ایک قوم پر گذر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں اور جب وہ کچلے جا چکتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ذرا بند نہیں ہوتا آپ نے پوچھا اے جبریل یہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے سر گردانی کرتے ہیں۔ پھر ایک قوم پر آپ کا گذر ہوا کہ اُن کی شرمگاہ پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور وہ مواشی کی طرح چر رہے تھے اور زقوم اور جہنم کے پتھر کھا رہے تھے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکواۃ نہیں ادا کرتے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔ پھر آپ کا گذر ایک قوم پر ہوا۔ جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا ہوا گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا سڑا ہوا گوشت رکھا ہے وہ لوگ اُس سڑے ہوئے کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے آپ نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی اُمت میں سے وہ مرد ہے جس کے پاس حلال طیب بی بی ہو اور پھر وہ

ناپاک عورت کے پاس آوے اور شب باش ہو یہاں تک کہ صبح ہو جاوے۔ اِسی طرح وہ عورت ہے جو اپنے حلال طیّب شوہر کے پاس سے اُٹھکر کسی ناپاک مرد کے پاس آوے اور رات کو اُس کے پاس رہے یہاں تک کہ صبح ہو جاوے۔ پھر ایک شخص پر گذر ہوا جس نے ایک بڑا گٹھا لکڑیوں کا جمع کر رکھا ہے اور وہ اُس کو اُٹھا نہیں سکتا اور وہ اُس میں اور لا لاکر رکھتا ہے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی اُمت میں ایسا شخص ہے جس کے ذمہ لوگوں کے بہت سے حقوق و امانت ہیں جن کے ادا پر قادر نہیں اور وہ اور زیادہ لدتا چلا جاتا ہے۔ پھر آپ کا ایسی قوم پر گذر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے ہیں اور جب وہ کٹ چکتے ہیں تو پھر حالتِ سابقہ پر ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں ہوتا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ گمراہی میں ڈالنے والے واعظ ہیں پھر آپ کا گذر ایک چھوٹے پتھر پر ہوا اُس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے پھر وہ بیل اُس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ اُس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات مونہہ سے نکالے پھر نادم ہو مگر اُس کو واپس کرنے پر قادر نہیں۔ پھر ایک وادی پر گذر ہوا اور وہاں ایک پاکیزہ خنک ہوا اور مشک کی خوشبو آئی اور ایک آواز سُنی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جنت کی آواز ہے کہ کہتی ہے کہ اے رب جو مجھسے وعدہ کیا ہے مجھکو دیجئے کیونکہ میرے بالاخانے اور استبرق اور حریر اور سندس اور عبقری اور موتی اور مونگے اور چاندی اور سونا اور گلاس اور طشریاں اور دستہ دار کوزے اور مرکب اور شہد اور پانی اور دودھ اور شراب بہت کثرت کو پہنچ گئے تو اب میرے وعدہ کی چیز (یعنی سکان جنت) مجھکو دیجئے (کہ وہ ان نعمتوں کو استعمال کریں) اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مُسلم اور مُسلمہ اور مُومن اور مُومنہ اور جو مجھپر اور میرے رسُولوں پر ایمان لاوے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور میرے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہراوے اور جو مجھسے ڈریگا۔ وہ مامون رہے گا اور جو مجھسے مانگیگا

میں اُس کو دونگا اور جو مجھکو قرض دے گا میں اُس کو جزا دونگا اور جو مجھ پر توکل کریگا میں اُس کو کفایت کرونگا میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میں وعدہ خلافی نہیں کرتا بیشک مومنوں کو فلاح حاصل ہوئی اور اللہ تعالیٰ جو احسن الخالقین ہے بابرکت ہے جنت نے کہا کہ میں راضی ہو گئی - پھر ایک وادی پر گذر ہوا اور ایک وحشتناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی آپ نے پوچھا یہ کیا ہے - جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جہنم کی آواز ہے کہتی ہے کہ اے رب مجھے جو وعدہ کیا ہے (یعنی دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھکو عطا فرمائیے کیونکہ میری زنجیریں اور طوق اور شعلے اور گرم پانی اور پیپ اور عذاب بہت کثرت کو پہنچ گئے اور میرا قعر بہت دراز اور گرمی بہت تیز ہو گئی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ تیرے لئے تجویز کیا گیا ہے ہر مشرک اور مشرکہ اور کافر اور کافرہ اور ہر متکبر معاند جو یوم حساب پر یقین نہیں رکھتا دوزخ نے کہا کہ میں راضی ہو گئی - اور ابو سعید کی روایت میں بیہقی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مجھکو داہنی طرف سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے - میں آپ سے کچھ دریافت کرتا ہوں میں نے اُس کی بات کا جواب نہیں دیا پھر ایک اور نے مجھکو بائیں طرف سے اسی طرح پکارا میں نے اُسکا بھی جواب نہیں دیا - اور اُس میں یہ بھی ہے کہ ایک عورت نظر پڑی جو اپنے ہاتھوں کو کھولے ہوئے ہے اور اُس پر ہر قسم کی آرایش ہے جو خدا تعالیٰ نے بنائی ہے اُس نے بھی کہا اے محمد میری طرف نظر کیجئے میں آپ سے کچھ دریافت کروں گی میں نے اُس کی طرف التفات نہیں کیا - اور اسی حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ پہلا پکارنے والا یہود کا داعی تھا اگر آپ اُس کا جواب دیتے تو آپ کی اُمت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا انصاریٰ کا داعی تھا اگر آپ اُس کو جواب دیتے تو آپ کی اُمت نصرانی ہو جاتی اور وہ عورت دنیا تھی (یعنی اُس کے پکارنے پر جواب دینے کا اثر یہ ہوتا کہ اُمت دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتی جیسا اوپر[۱] آچکا ہے) اور ظاہراً یہ واقعات قبل عروج الی السموات دیکھے گئے[۲]

---

[۱] یعنی سرخی واقعہ ششم کے شروع پر ۱۲ - منہ [۲] چنانچہ دلائل بیہقی والی حدیث کے شروع میں یہ الفاظ وارد ہیں فقال لہا جبرئیل مہ یا براق فواللہ ما رکبک مثلہ فسار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - بقیہ بر صفحہ ۸

اور جو بعضے واقعات میں بعد عروج دیکھنے کی تصریح ہے چنانچہ اسی حدیث بالا میں ہے کہ آپ آسمانِ دنیا پر تشریف لے گئے اور وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا اور وہاں بہت سے خوان رکھے دیکھے کہ جن پر پاکیزہ گوشت رکھا ہے مگر اس پر کوئی شخص نہیں اور دوسرے خوانوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا ہے اور اس پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑتے ہیں اور حرام کو کھاتے ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ کوٹھڑیوں جیسے ہیں جب ان میں سے کوئی اٹھتا ہے فوراً گر پڑتا ہے جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔ اور آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا کہ ان کے لب اونٹ کے سے ہیں وہ چنگاریاں نگلتی ہیں اور وہ ان کے اسفل سے نکل رہی ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے تھے اور آپ کا گذر ایسی عورتوں پر ہوا کہ پستانوں سے (بندھی ہوئی) لٹک رہی تھیں اور وہ زنا کرنیوالیاں تھیں۔ اور آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا جن کے پہلو کا گوشت کاٹا جا رہا تھا اور ان ہی کو کھلایا جاتا تھا اور وہ لوگ چغلخور عیب چیں تھے ف عالم برزخ باعتبار مکان کے خواہ کہیں ہو مگر انکشاف اس کا مشروط نہیں صاحب کشف کے اس مکان میں ہونیکے ساتھ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ احوال ان صورتوں کے نظر آئے ہوں جو آدم علیہ السلام کے یسار میں تھیں جن کا ذکر واقعہ دہم میں آویگا۔ اور بعض مکشوفات کی نسبت تصریح نہیں کہ قبل عروج مشاہدہ فرمایا یا بعد عروج جیسے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ کو معراج کرائی گئی تو بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گذر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور بعض ایسوں پر گذر ہوا جن کے ساتھ چھوٹا مجمع تھا اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا یہانتک کہ آپ کا گذر ایک بہت بڑے مجمع پر ہوا میں نے پوچھا یہ کون صاحب

۵۲۔ فاذا ہو العجوزۃ الخ جن سے متبادر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رکوب براق کے بعد متصل ہی ان واقعات کا انکشاف ہوا ۱۲۔ منہ سلہ مقتضاء ترتیب ان کا ذکر کرنا بعد ذکر عروج کے تھا مگر واقعات متناسب سے یہ اقتران مستحسن معلوم ہوا۔ ۱۲۔ منہ

ہیں کہا گیا کہ موسیٰ اور اُن کی قوم ہیں لیکن اپنا سر اُوپر اُٹھایئے اور دیکھیئے سو دیکھتا کیا ہوں کہ اتنا عظیم الشان مجمع ہے کہ سب آفاق کو گھیر رکھا ہے اور کہا گیا کہ یہ آپ کی اُمت ہے اور اُن کے علاوہ آپ کی اُمت میں سے ستر ہزار اور ہیں جو جنت میں بے حساب داخل ہوں گے۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ وہ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (کذا رواہ الترمذی)

واقعہ ہفتم۔ جب آپ بیت المقدس پہنچے حضرت انس رضؓ سے مُسلم کی روایت ہے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے بُراق کو اُس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء علیہم السلام (اپنے مراکب کو) باندھتے تھے۔ اور بزار نے بریدہ سے روایت کیا کہ جبریل علیہ السلام نے پتھر میں جو کہ بیت المقدس میں ہے اُنگلی سے سوراخ کرکے اُس سے براق کو باندھ دیا۔ ف دونوں روایتیں اِس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ وہ حلقہ تو قدیم الزماں سے ہو لیکن کسی وجہ سے بند ہو گیا ہو جبریل علیہ السلام نے اُنگلی سے کھول دیا ہو اور دونوں حضرات باندھنے میں شریک ہوں۔ اور اِس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ باندھنے کی ضرورت کیا تھی کہ وہ تو مسخر کرکے بھیجا گیا تھا ممکن ہے کہ اِس عالم میں آنے سے اُس میں کچھ آثار یہاں کے پیدا ہو گئے ہوں اگر بھاگنے کا بھی اندیشہ نہ ہو تاہم اُس کی شوخی وغیرہ سے آپ کے قلب کے پریشان ہونیکا احتمال ہو اور حکمتوں کا احاطہ کون کر سکتا ہے۔

واقعہ ہشتم۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ جب آپ بیت المقدس پہونچے اور اُس مقام پر پہنچے جس کا نام باب محمدؐ ہے تو براق کو باندھکر دونوں صاحب فناء مسجد میں پہنچے تو جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ اے محمدؐ کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حور عین دکھلا دے آپ نے فرمایا ہاں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اِن عورتوں کے پاس جایئے اور اُن کو سلام کیجئے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن کو سلام کیا تو اُنہوں نے میرے سلام کا جواب دیا میں نے

پوچھا تم کس کے لئے ہوا نہوں نے کہا کہ ہم نیک ہیں حسین ہیں اور ایسے مردوں کی بیبیاں ہیں جو پاک ہیں صاف ہیں اور میلے نہ ہونگے اور ہمیشہ رہیں گے کبھی جنت سے جدا نہ ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہ مریں گے سو وہاں سے ہٹ کر تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان کہی اور تکبیر کہی گئی ہم سب صف باندھکر منتظر کھڑے تھے کہ کون امام بنے سو میرا ہاتھ جبرئیل علیہ السلام نے پکڑ کر آگے کھڑا کر دیا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی جب میں فارغ ہوا جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی میں نے کہا نہیں اُنہوں نے کہا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ اور بیہقی نے ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اور جبرئیل بیت المقدس (کی مسجد) میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو دو رکعت نماز پڑھی۔ اور ابن مسعود کی روایت میں اتنا اور زیادہ ہے کہ میں مسجد میں گیا تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا کوئی صاحب کھڑے ہیں کوئی رکوع میں ہیں کوئی سجدہ میں ہیں پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور ہم صفوف درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کرتے ہیں سو جبرئیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے سب کو نماز پڑھائی اور ابن مسعودؓ سے مُسلم نے روایت کیا ہے کہ نماز کا وقت آگیا اور میں اُنکا امام بنا اور ابن عباس سے روایت یہ ہے کہ جب آپ مسجد اقصیٰ میں پہنچے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے تو تمام انبیاء آپ کے ساتھ نماز پڑھنے لگے اور بیہقی میں ابو سعید سے اِس طرح روایت ہے کہ آپ نے داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی (یعنی اُس جماعت کے آپؐ امام ہوئے) جب نماز پوری ہو گئی تو ملائکہ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہمراہ کون ہیں اُنہوں نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین

سلہ - کیونکہ جب آپ امام الانبیاء ہیں اور انبیاء ملائکہ سے افضل ہیں تو امام الملائکہ بدرجہ اُولےٰ ہوں گے ۱۲ - منہ

ہیں ملائکہ نے کہا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے) یا آسمانوں پر بلانیکے لئے بھیجا گیا جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں - فرشتوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ان پر تحیت نازل فرمائے کہ بہت اچھے بھائی اور بہت اچھے خلیفہ ہیں (یعنی ہمارے بھائی اور اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں) پھر ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور اُن سبھوں نے اپنے رب کی ثنا کی سو ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھکو خلیل بنایا اور مجھکو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھکو مقتدا صاحب قنوت بنایا کہ میرا اقتدا کیا جاتا ہے اور مجھکو آتش (نمرودی) سے نجات دی اور اُس کو میرے حق میں خنک اور سلامتی کا ذریعہ بنا دیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے رب پر ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ سے کلام (خاص) فرمایا اور مجھکو برگزیدہ فرمایا اور مجھ پر توریت نازل فرمائی اور فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات میرے ہاتھ پر ظاہر فرمائی اور میری اُمت کو ایسی قوم بنایا کہ حق کے موافق وہ ہدایت کرتے ہیں اور اُسی کے موافق عدل کرتے ہیں پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ جمیع محامد اللہ تعالےٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھکو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھکو زبور کا علم دیا اور میرے لئے لوہے کو نرم کیا اور میرے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا کہ وہ میرے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور پرندوں کو بھی (تسبیح کے لئے مسخر فرمایا) اور مجھکو حکمت اور صاف تقریر عنایت فرمائی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کے بعد یہ تقریر کی کہ جمیع محامد ثابت ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے میرے لئے ہوا کو مسخر فرمایا اور شیاطین کو بھی مسخر کیا کہ جو چیز میں چاہتا تھا وہ بناتے تھے جیسے عمارات عالیشان اور مجسم تصاویر (کہ اس وقت درست نہیں) اور مجھکو پرندوں کی بولی کا علم دیا اور اپنے فضل سے مجھکو ہر قسم کی چیز دی اور میرے لئے شیاطین اور انسان اور جن اور طیور کے لشکروں کو مسخر کیا اور مجھکو ایسی سلطنت بخشی کہ میرے بعد کسی کے لئے شایاں نہ ہوگی اور میرے لئے ایسی پاکیزہ سلطنت تجویز کی کہ اُس کے متعلق مجھ سے کچھ حساب ہی نہ ہوگا پھر حضرت

عیسیٰ علیہ السّلام نے اپنے رب پر ثنا کر کے یہ تقریر کی کہ تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو اپنا کلمہ بنایا اور مجکو مشابہ آدم علیہ السّلام کے بنایا کہ اُنکو مٹی سے بنا کر کہدیا کہ تو (ذی روح) ہوجا اور وہ (ذی روح) ہوگیا اور مجھکو لکھنا اور حکمت اور توراۃ و انجیل کا علم دیا۔ اور مجھ کو ایسا بنایا کہ میں مٹی سے پرندہ کی شکل کا قالب بنا کر اُس میں پھونک مار دیتا تھا تو خدا تعالےٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا اور مجھکو ایسا بنایا کہ میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا تھا اور مُردوںکو زندہ کر دیتا تھا اور مجھکو پاک کیا اور مجھکو اور میری والدہ کو شیطان رجیم سے پناہ دی سو ہم پر شیطان کا کوئی قابو نہیں چلتا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم نے رب کی ثنا کی اور فرمایا کہ تم سب نے اپنے رب کی ثنا کی اور میں بھی اپنے رب کی ثنا کرتا ہوں۔ جمیع محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو رحمۃ للعالمین اور تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا اور مجھ پر فرقان یعنی قرآن مجید نازل کیا۔ جس میں ہر (دینی ضروری) امر کا بیان ہے (خواہ صراحۃً خواہ اشارۃً) اور میری امت کو بہترین اُمت بنایا کہ لوگوں کے نفع (دین) کے لیے پیدا کی گئی ہے اور میری اُمت کو اُمت عادلہ بنایا اور میری اُمت کو ایسا بنایا کہ وہ اوّل بھی ہیں (یعنی رتبہ میں) اور آخر بھی ہیں (یعنی زمانہ میں) اور میرے سینہ کو فراخ فرمایا اور میرا بار مجھ سے ہلکا کیا اور میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھ کو سب کا شروع کرنے والا اور سب کا ختم کرنے والا بنایا (یعنی نور میں اوّل اور ظہور میں آخر) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (سب سے خطاب کر کے) فرمایا کہ بس ان کمالات کے سبب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم تم سب سے فائق ہوگئے۔ پھر آپ کے عروج الی السمٰوات کا ذکر کیا اور ایک روایت میں آپ نے بالخصوص تین پیغمبروں کا ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السّلام کا نماز پڑھنا اور ہر ایک کا حلیہ بیان فرمایا اور اُس میں یہ بھی ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو مجھ سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اے محمدؐ یہ مالک داروغہ دوزخ کے ہیں اُن کو سلام کیجیے میں نے اُن کی طرف دیکھا تو اُنہوں نے پہلے مجھ کو سلام کیا

(کذا رواہ مسلم) اور ابن عباس رضؓ نے آپ سے روایت کیا ہے کہ لیلۃ الاسرا میں دجال کو بھی دیکھا اور خازن نار کو بھی دیکھا (کذا رواہ مسلم) ظاہراً اس اقتران ذکری سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کو بھی بیت المقدس کے موقع پر دیکھا۔ یعنی اُس کی صورت مثالیہ کو کیونکہ وہاں اُس کا نہ ہونا ظاہر ہے۔

واقعہ نہم۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب آپ فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لائے جبرئیل علیہ السلام آپ کے سامنے ایک ظرف شراب کا اور ایک دودھ کا لائے آپ فرماتے ہیں میں نے دودھ کو اختیار کیا جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت (یعنی طریق دین) کو اختیار فرمایا پھر آسمان کی طرف عروج کیا (کذا رواہ مسلم) اور احمد کی حدیث میں بروایت ابن عباس رضؓ ایک ظرف دودھ کا ایک شہد کا آیا ہے۔ اور بزار کی روایت میں تین ظرف آئے دودھ اور شراب اور پانی اور شداد بن اوس کی حدیث میں آپ کا ارشاد ہے کہ بعد نماز کے مجھ کو پیاس لگی اُس وقت یہ برتن حاضر کئے گئے اور جب کہ میں نے دودھ کو اختیار کیا تو ایک بزرگ نے جو میرے سامنے تھے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ تمہارے دوست نے فطرت کو اختیار کیا

ف براق کے باندھنے کے بعد جو واقعات مذکور ہیں اُن میں ترتیب اس طرح (متعلق واقعہ ہشتم و نہم) مفہوم ہوتی ہے نمبر ۱۔ فناء مسجد میں پہنچکر حوروں سے ملنا بات کرنا نمبر ۲ آپ کا اور جبرئیل علیہ السلام کا دو دو رکعت پڑھنا غالباً یہ تحیۃ مسجد ہے اس وقت غالباً بعض دوسرے انبیا علیہم السلام پہلے سے جمع تھے جن کو آپ نے مختلف حالتوں میں دیکھا کسی کو راکع کسی کو ساجد غالباً یہ سب تحیۃ المسجد پڑھتے تھے اور ان میں سے بعض کو پہچانا بھی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہی حضرات بتمامہم اپنی نمازوں سے فارغ ہو کر اسی تحیۃ المسجد میں بھی آپ کے مقتدی ہو گئے ہوں گے۔ نمبر ۳۔ پھر بقیہ انبیا علیہم السلام کا جمع ہو جانا نمبر ۴۔ پھر اذان و تکبیر ہونا اور جماعت ہونا جس میں آپ امام تھے اور تمام انبیا علیہم السلام اور بعض ملائکہ آپ کے مقتدی تھے ان میں سے بعض کو آپ نہ پہچانتے تھے اس واسطے جبرئیل علیہ السلام نے

بتلایا کہ جمیع انبیاء مبعوثین نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور اس کی تحقیق کہ یہ نماز کونسی تھی واقعہ بست وسوم کے ذیل میں آوے گی اور اذان واقامت یا تو ایسی ہی ہو گو عام حکم اس کا مدینہ میں پہنچنے کے بعد ہوا ہو یا اور طرح کی ہو نمبر ۵۔ پھر ملائکہ سے تعارف ہونا شاید خازن نار سے ملاقات بھی اسی ضمن میں ہوئی ہو جس میں انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور نام سنکر فرشتوں کا پوچھنا کہ کیا ان کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا دلیل اس کی ہے کہ ان فرشتوں کو آپ کے متعلق یہ علم تھا کہ آپ کے لئے ایسا ہونے والا ہے آگے اس میں دو احتمال ہیں یا تو ہنوز اعطاء نبوت کا علم ہی نہ ہوا ہو کیونکہ ملائکہ کے مشاغل مختلف ہیں دوسرے معاملات کا ہر وقت علم نہیں ہوتا اور یا نبوت کا علم پہلے سے ہو اور مقصود پوچھنے سے یہ ہو کہ معراج کیلئے ان کے پاس حکم پہنچ چکا ہے اور اسی طرح آگے جو سموات میں سوال ہوا ہے وہاں یہی تقریر ہے نمبر ۶۔ پھر حضرات انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہونا۔ نمبر ۷ پھر سب حضرات کا خطبہ پڑھنا نمبر ۸۔ پھر پیالوں کا پیش ہونا جن کی روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چار تھے دودھ اور شہد اور خمر اور پانی کسی نے دو کے ذکر پر اکتفا کیا کسی نے تین کے ذکر پر یا یہ کہ تین ہوں ایک پیالے میں پانی ہو کہ شیرینی میں شہد جیسا ہو کبھی اس کو شہد کہدیا ہو کبھی پانی اور ہر چند کہ شراب اس وقت حرام نہ تھی کیونکہ یہ مدینہ میں حرام ہوئی ہے مگر سامان نشاط ضرور ہے اس لئے مشابہ دنیا کے ہے۔ شہد بھی اکثر تلذذ کے لئے پیا جاتا ہے غذا کے لئے نہیں تو یہ بھی امر زائد اور اشارہ لذات دنیا کی طرف ہوا اور پانی بھی معین غذا ہے غذا نہیں جس طرح دنیا معین دین ہے مقصود نہیں اور دین خود غذائے روحانی مقصود ہے جیسا دودھ غذائے جسمانی مقصود ہے اور گو غذائیں اور بھی ہیں مگر دودھ کو اوروں پر ترجیح ہے کہ یہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے اور ایسے ہی ظروف کا بعد سدرۃ المنتہی کے پیش ہونا آیا ہے جیسا آگے آوے گا تو یہ پیشی مکرر ہوئی ہے اصرح بہ الحافظ عماد الدین ابن کثیر شاید اس میں مصلحت تقویت تنبیہ وتاکید وتحذیر ہو

نمبر ۹ - پھر آسمان کا سفر - اور اس تقریر سے جس طرح ترتیب واقعات کی معلوم ہوئی اسی طرح روایات مذکورہ کے اشکالات از قبیل تعارض بھی رفع ہو گئے اور روایات جمع ہو گئیں ولعل عند غیری احسن من ہذا - اور شاید یہاں پر انبیاء اور ملائکہ کا جمع ہونا بطور استقبال نبوی کے ہو واللہ اعلم۔

واقعہ دہم - اس کے بعد آپ کا آسمانوں پر صعود ہوا بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ براق پر تشریف لے گئے بخاری میں آپ کا ارشاد ہے کہ بعد قلب دھونے اور اس میں ایمان و حکمت بھرنے کے مجھ کو براق پر سوار کیا گیا جس کا ایک قدم اس کے منتہائے نگاہ پر پڑتا ہے اور مجھ کو جبریل لے چلے یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچے اس سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی براق ہی کی سواری پر تشریف لے گئے گو درمیان میں بیت المقدس میں بھی اترے - اور بیہقی میں ابو سعید کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ پھر (یعنی بعد فراغ اعمال بیت المقدس کے) میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس پر بنی آدم کی ارواح (بعد موت کے) چڑھتی ہیں سو اس زینہ سے زیادہ خوبصورت خلائق کی نظر سے نہیں گذرا تم نے (بعض) میت کو آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے دیکھا ہو گا سو وہ اس زینہ کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور شرف مصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا اور اس کے داہنے بائیں ملائکہ اوپر تلے گھیرے ہوئے تھے - اور کعب کی روایت میں ہے آپ کے لئے ایک زینہ چاندی کا رکھا گیا اور ایک سونے کا یہاں تک کہ آپ اور جبریل اس پر چڑھے - اور ابن اسحاق کی روایت میں آپ کا ارشاد ہے کہ جب میں بیت المقدس کے قصہ سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا اور میرے رفیق راہ (جبریل) نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہاں تک کہ دروازہ آسمان تک پہنچے ف براق اور زینہ کی روایات میں اس طرح جمع ممکن ہے کہ کچھ ایک پر سفر کیا ہو کچھ دوسرے پر جس طرح مکرم مہمان کے روبرو کئی سواریاں حاضر کی جاتی ہیں اس کو اختیار ہوتا ہے خواہ تھوڑی تھوڑی مسافت سب پر قطع کرے اور براق ہر چند کہ نہایت تیز رفتار ہے

مگر اُس کی سُرعت اور بطور راکب کے قبضہ میں ہوگا۔کیوں کہ براق پر سوار ہونے کے بعد مختلف مواقع ومقامات پر نزول اور مختلف مناظر پر مفصل اطلاع ومرور ظاہرا اعتدال فی السیر کا قرینہ ہے

واقعہ یازدہم۔ حضرت جبریل علیہ السّلام کے ساتھ اوّل آسمان دنیا تک پہونچے جبریل علیہ السلام نے (آسمان کا) دروازہ کھلوایا (ملائکہ بوابین کی طرف سے) پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں اُنہوں نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کہ کیا اِن کے پاس پیام الٰہی (نبوت کے لئے یا آسمانوں پر بُلانے کے لئے) بھیجا گیا ہے جبریل علیہ السّلام نے کہا ہاں (رواہ البخاری) اور بیہقی کی حدیث میں ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچے اُس کا نام باب الحفظہ ہے اُس پر ایک فرشتہ مقرر ہے اُس کا نام اسماعیل ہے اُس کی ماتحتی میں بارہ ہزار فرشتہ ہیں او ر شریک کی روایت میں حدیث بخاری میں یہ بھی ہے کہ اہل سمٰوات کو خبر نہیں ہوتی کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا کیا کرنے کا ارادہ ہے جب تک کہ اُن کو کسی ذریعہ سے اطلاع ندے اھ جیسے یہاں جبریل علیہ السّلام کی زبانی معلوم ہوا اِس سے فرشتوں کے اس پوچھنے کی وجہ معلوم ہوگئی کہ کیا اِن کے پاس پیام الٰہی پہنچا ہے اور اِس پوچھنے میں جو وہ احتمال ذکر کئے گئے تفصیل اُس کی واقعہ ہشتم نمبر ۵ میں مذکور ہوئی ہے اور وہاں خود پوچھنے کی وجہ عقلی بھی لکھی گئی ہے اِس دلیل نقلی سے اُس توجیہ عقلی کی تائید ہوگئی۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ فرشتوں نے یہ سُنکر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھولدیا گیا آپ فرماتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا تو حضرت آدم علیہ السّلام موجود ہیں جبریل علیہ السّلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم ہیں اِن کو سلام کیجئے میں نے اُن کو سلام کیا اُنہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو اور ایک روایت میں ہے کہ آسمان دُنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا جن کے داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں اور کچھ صورتیں بائیں

طرف ہیں جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں روتے ہیں میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں اُنہوں نے کہا آدم علیہ السلام ہیں اور یہ صورتیں داہنی اور بائیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں سو داہنی طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں اِس لئے داہنی طرف دیکھکر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھکر روتے ہیں (کذافی المشکوٰۃ عن الشیخین) اور بزار کی حدیث میں ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ اُن کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے کہ اُس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے کہ اُس میں سے بدبودار ہوا آتی ہے جب داہنی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں مغموم ہوتے ہیں۔ اور شریک کی روایت بالا میں یہ بھی ہے کہ آپ نے سماءِ دُنیا میں نیل اور فرات کو دیکھا اور اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسی سماءِ دُنیا میں ایک اور نہر بھی دیکھی کہ اُس پر موتی اور زبرجد کے محل بنے ہیں اور وہ کوثر ہے **ف** حضرت آدم علیہ السلام جمیع انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سمٰوات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اِس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر اُن کی روح کا تمثل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہوگیا اور اس جسد میں تعدد بھی اور ایک وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن اِن کے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیت حق۔ اور ظاہرا یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لئے باوجود لقاء بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں اُن کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے۔ لیکن اُن کو جو بیت المقدس میں دیکھا جیسا واقعہ ہشتم میں مذکور ہے وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمثال ہے کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت

بھی بطور خرق عادات کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آگئے ہوں - یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں کہ اول آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے واللہ اعلم اور آدم علیہ السلام کے داہنے اور بائیں جو صورتیں نظر آئیں وہ بھی ارواح کی صورتیں مثالیہ تھیں اور بزار کی روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ ارواح اُس وقت آسمان پر موجود اور مستقر نہ تھیں بلکہ اپنے اپنے ٹھکانے پر تھیں اور اُس ٹھکانے اور مقام آدم علیہ السلام کے درمیان دروازہ تھا اُس دروازہ سے اُن صورتوں کا عکس اس مقام پر پڑتا ہوگا یا وہ ہوا جو آتی تھی آخر وہ بھی جسم ہے اُس میں خاصیت انطباع و انعکاس کی ہوگی جیسے ہوا شعاعوں سے متکیف ہوکر قابل رویت کے ہو جاتی ہے کیونکہ اُس روایت میں دروازہ کا ہونا آیا ہے یہ ظاہر اقرینہ ہی اس کا کہ وہ دروازہ واسطہ تھا یہاں تک اُن صورتوں کے اثر پہنچنے کا واللہ اعلم پس اس میں یہ اشکال نہ رہا کہ نص قرانی ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنہا لاتفتح لہم ابواب السماء سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی ارواح آسمان پر نہیں جا سکتیں پھر آسمان دُنیا پر یہ روحیں کافروں کی جو بائیں طرف تھیں کیسے پائی گئیں - اور نیل و فرات کا دوسری روایات میں ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں دیکھنا ثابت ہوتا ہے سو اس سوال کا جواب کہ یہ نہریں تو دنیا میں ہیں وہاں ہونے کے کیا معنی آگے سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر کے موقع پر دیا جاوے گا یہاں صرف روایات کو جمع کرنے کی توجیہ سمجھ لی جاوے وہ یہ ہے کہ اصل سرچشمہ ان کا سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ ہو اور پھر نکل کر پانی آسمان دُنیا پر جمع ہوتا ہو اور پھر وہاں سے زمین پر آتا ہو جیسا آگے مذکور ہوگا - اور ایسی ہی تقریر سے یہ اشکال رفع کر لیا جاوے کہ دوسری احادیث سے حوض کوثر کا جنت میں ہونا منصوص ہے یعنی اصل وہاں ہو اور یہاں اُس کی ایک شاخ ہو جیسا ایک شاخ اُس کی میدان قیامت میں ہوگی ؛

واقعہ دوازدہم - بخاری کی حدیث میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل آگے لیکر چڑھے

یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا۔کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں اُنہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں پوچھا گیا اِن کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا۔جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سنکر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھولدیا گیا جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السّلام موجود ہیں اور وہ دونوں باہم خلیرے ہیں جبریل علیہ السّلام نے کہا کہ یہ یحییٰ و عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا اُن دونوں نے جواب دیا پھر کہا کہ مرحبا برادر صالح و نبی صالح کو ف حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السّلام کی خالہ ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی خالہ کے نواسے ہیں چونکہ نانی بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اِس لئے عیسیٰ علیہ السّلام کی نانی کو بمنزلہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے قرار دیا گیا اور اگر وہ واقع میں عیسیٰ علیہ السّلام کی والدہ ہوتیں تو یحییٰ علیہ السّلام عیسیٰ علیہ السّلام خلیرے ہوتے اِس لئے مجازاً اُن کو خلیرا فرمادیا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی خالہ کی اولاد میں ہیں اگرچہ بیٹے نہیں مگر نواسے ہیں۔اور اِن دونوں نے بھائی اِس لئے کہا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے نہیں ہیں۔

واقعہ سینزدہم۔بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل علیہ السّلام تیسرے آسمان کی طرف لیکر چڑھے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں اُنہوں نے کہا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلّم) ہیں پوچھا گیا اِن کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا۔جبریل علیہ السّلام نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سنکر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھولدیا گیا جب میں (وہاں) پہنچا تو حضرت یوسف علیہ السّلام موجود ہیں جبریل علیہ السّلام نے کہا یہ یوسف ہیں اِن کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا اُنہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ یوسف علیہ السّلام کو حسن کا ایک (بڑا) حصہ عطا کیا گیا ہے (کذا فی المشکوٰۃ عن المسلم) اور بیہقی کی حدیث

میں بروایت ابوسعید اور طبرانی کی حدیث میں بروایت ابوہریرہ یوسف علیہ السّلام کی نسبت ارشاد ہے کہ ایک ایسے شخص کو دیکھا جو خلق اللہ سے زیادہ حسین ہے اور لوگوں پر حُسن میں ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھویں شب کا چاند باقی کواکب پر
ف اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اِس عموم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستثنیٰ ہوں اور قرینہ اس کا ایک حدیث ہے جس کو ترمذی نے حضرت انس رضہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو مبعوث نہیں فرمایا کہ خوبصورت اور خوش آواز نہ ہو اور تمہارے نبی اُن سب سے زیادہ حسین اور سب میں زیادہ خوش آواز تھے دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ عموم اپنے ظاہر پر باقی رہے اور فضل جزئی فضل کلی میں قادح نہیں۔ یا یوں کہا جاوے کہ حُسن کے انواع مختلف ہیں ایک نوع میں حضرت یوسف علیہ السلام احسن ہوں اور ایک نوع میں ہمارے آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم احسن ہوں اور خود ان دونوں نوعوں میں یوں تفاضل ہو کہ نوع یوسفی ظاہراً و بداہۃً ابہر و اظہر اور واقف عند حد ہو اور نوع محمدی معنیً و امعاناً الطف و ادق اور لاتقف الی حد ہو اول نوع کا لقب حسن صباحت مناسب ہے اور دوسری نوع کا نام حسن ملاحت گویا یہ شعر اسی کا مصداق ہے ؎

یزیدک وجہہ حسنا اذا ما زدتہ نظرا　　　　والله اعلم بحقائق الامور و المحل محل ادب

واقعہ چہاردہم۔ بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل علیہ السّلام آگے لیکر چڑھے یہاں تک کہ چوتھے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہیں انہوں نے کہا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا اِن کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا۔ جبرئیل علیہ السّلام نے کہا ہاں فرشتوں نے یہ سنکر کہا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے اور دروازہ کھولدیا گیا جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ادریس علیہ السّلام موجود ہیں جبرئیل علیہ السّلام نے کہا کہ یہ ادریس ہیں اِن کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا پھر

کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو ف باوجودیکہ ادریس علیہ السّلام آپ کے اجداد میں ہیں پھر اُن کا برادر کہنا اخوۃ نبوت کی بنا پر ہے اور ابن پر اس کو ترجیح دینا بوجہ ادب کے ہے برابر کے بیٹے گویا اپنے سے بھی بڑے درجہ کے بیٹے کو بھائی کے لقب سے پکارنے لگتے ہیں اور ابن المنیر نے کہا ہے کہ ایک طریق شاذ میں مرحبا بالابن الصالح بھی آیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ادریس حضرت الیاس علیہ السّلام کا لقب ہے اور یہی ملے ہیں۔ اور یہ اجداد نبویہ میں سے نہیں واللہ اعلم

واقعہ پانزدہم ۔ بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لیکر چڑھے یہانتک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں کہا محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں پوچھا گیا کیا اِن کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں وہاں سے کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو ہارون علیہ السّلام موجود تھے جبریل علیہ السّلام نے کہا یہ ہارون ہیں اِن کو سلام کیجیے میں نے سلام کیا اُنہوں نے جواب دیا۔ پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو۔

واقعہ شانزدہم ۔ بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبریل آگے لیکر چڑھے یہانتک کہ چھٹے آسمان تک پہنچے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبریل ہوں پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے کہا محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا کیا اِن کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو موسیٰ علیہ السّلام موجود ہیں جبریل علیہ السّلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں اِن کو سلام کیجیے میں نے سلام کیا اُنہوں نے جواب دیا پھر کہا مرحبا برادر صالح اور نبی صالح کو پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے اُن سے پوچھا گیا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے اُنہوں نے فرمایا کہ میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک نوجوان پیغمبر میرے بعد مبعوث ہوئے جن کی اُمت کے جنت میں داخل ہونے والے میری اُمت کے جنت میں داخل ہونے والوں سے بہت زیادہ ہوں گے (تو مجھ کو اپنی

اُمت پر حسرت ہے کہ اُنہوں نے میرا اس طرح اتباع نہ کیا جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمت آپ کی اطاعت کرے گی اور اس لئے میری اُمت کے ایسے لوگ جنت سے محروم رہے تو اُن کے حال پر رونا آتا ہے) ف حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت نوجوان فرمانا اس اعتبار سے ہے کہ آپ کے اتباع تہوڑی ہی مدت میں کہ اس وقت تک آپ سن شیخوخت تک بھی نہ پہونچیں گے اتنی کثرت سے ہوجاویں گے کہ اوروں کے سن شیخوخت تک بھی اتنے اتباع نہیں ہوئے دفعہ آپ کی کل عمر ترسٹھ سال کی ہوئی اور موسیٰ علیہ السّلام کی عمر ڈیڑھ سو سال کی ہوئی (کذا فی قصص الانبیاء)

واقعہ ہفدہم۔ بخاری میں ہے کہ پھر مجھ کو جبرئیل آگے لیکر ساتویں آسمان کی طرف چڑھے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہیں کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) پوچھا گیا کیا اِن کے پاس پیام الٰہی بھیجا گیا کہا ہاں کہا گیا مرحبا آپ بہت اچھا آنا آئے جب میں وہاں پہنچا تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام موجود ہیں جبرئیل علیہ السّلام نے کہا کہ یہ آپ کے جد امجد ابراہیم ہیں ان کو سلام کیجیے میں نے سلام کیا اُنہوں نے جواب دیا اور فرمایا مرحبا فرزند صالح اور نبی صالح کو اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں کہ جن کی باری پھر نہیں آتی (یعنی اگلے روز اور نئے ستر ہزار داخل ہوتے ہیں کذا فی المشکوٰۃ عن مُسلم) اور دلائل بیہقی میں ابو سعید سے روایت ہے کہ جب مجھ کو آسمان ہفتم پر چڑھایا گیا تو ابراہیم علیہ السّلام موجود ہیں بہت حسین ہیں اور اُن کی ساتھ اُن کی قوم کے کچھ لوگ ہیں اور میری اُمت بھی موجود ہے دو قسم کے ایک وہ جن پر سفید کپڑے ہیں اور ایک وہ جن پر میلے کپڑے ہیں میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑے والے بھی میری ساتھ داخل ہوئے اور دوسرے روک دیئے گئے سو میں نے اور میرے ساتھ والوں نے وہاں نماز پڑھی ف بعض روایات میں ترتیب منازل انبیا علیہم السّلام کی اور

طرح بھی آئی ہے مگر اصح یہ ہی ہے جو مذکور ہوا واللہ اعلم اور بیت المعمور کی متعلق بعد ذکر سدرہ کے کچھ اور بھی آوے گا۔

واقعہ ہشدہم۔ بخاری میں ہے۔ کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا سو اُس کے بیر اتنے بڑے بڑے تھے جیسے مقام ہجر کے مٹکے اور اُس کے پتے ایسے تھے جیسے ہاتھی کے کان جبرئیل علیہ السّلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں ہیں دو اندر کو جارہی ہیں اور دو باہر کو آرہی ہیں میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے اُنہوں نے کہا کہ یہ جو اندر کو جاتی ہے یہ جنت میں دو نہریں ہیں اور باہر جو آرہی ہیں یہ نیل اور فرات ہے۔ پھر میرے پاس ایک برتن شراب کا اور دوسرا دودھ کا اور تیسرا شہد کا لایا گیا میں نے دودھ کو اختیار کیا جبرئیل علیہ السّلام نے کہا کہ یہ فطرت (یعنی دین) ہے جس پر آپ اور آپ کی اُمت قائم رہے گی اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ میں یہ چار نہریں ہیں اور مسلم میں یہ ہے کہ اُس کی جڑ سے یہ چار نہریں نکلتی ہیں اور ابن ابی حاتم نے حضرت انس رضؓ سے روایت کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام کے دیکھنے کے بعد مجھ کو ساتویں آسمان کے بالائی سطح پر لیگئے یہاں تک کہ آپ ایک نہر پر پہنچے جس پر یاقوت اور موتی اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور اُس پر سبز لطیف پرندے بھی تھے جبرئیل علیہ السّلام نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو دی ہے اُس کے اندر برتن سونے اور چاندی کے پڑے ہیں اور وہ یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر چلتی ہے اُس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے میں نے ایک برتن لے کر اُس میں سے کچھ پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔ اور بیہقی کی حدیث میں ابوسعید کی روایت سے ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کا نام سلسبیل تھا اور اُس سے دو نہریں نکلتی تھیں ایک کوثر اور دوسری نہر رحمت۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا۔ اور وہ چھٹے آسمان میں ہے اور زمین سے جو اعمال صعود کرتے ہیں

وہ اُس تک پہنچتے ہیں اور وہاں سے اُوپر اُٹھا لیے جاتے ہیں اور جو احکام اُوپر سے آتے ہیں وہ (اوّل) اُسی پر نزول کرتے ہیں اور وہاں سے نیچے (عالم دُنیا میں) لائے جاتے ہیں (اور اسی واسطے اُس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے) اور بخاری میں ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کو ایسی رنگتوں نے چھالیا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھیں اور مُسلم میں ہے کہ وہ پَروانے تھے سونے کے اور ایک حدیث میں ہے کہ ٹڈیاں تھیں سونے کی۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اُس کو فرشتوں نے چھالیا اور مُسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب خدا کے حکم سے اُس کو ایک عجیب چیز نے چھالیا تو اُس کی ہیئت بدل گئی سو کوئی شخص خلائق میں سے اُس کا وصف بیان نہیں کر سکتا اور ایک روایت میں سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے اور برتنوں کے پیش کیے جانے کی درمیان میں یہ ہے کہ پھر میرے روبرو بیت المعمور بلند کیا گیا (کذا رواہ مُسلم) اور ایک روایت میں بعد سدرۃ المنتہیٰ دیکھنے کے یہ ہے کہ پھر میں جنّت میں داخل کیا گیا تو اُس میں موتیوں کے گنبد ہیں اور مٹی اُس کی مشک ہے (کذا فی المشکوۃ عن الشیخین) ف ظاہر احادیث سے سدرۃ المنتہیٰ کا ساتویں آسمان پر ہونا معلوم ہوتا ہے اور چھٹے میں ہونے کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اُس کی جڑ ممکن ہے چھٹے میں ہو اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ چار نہریں چھٹے میں ہوں جیسا کہ روایات میں ہے کہ یہ نہریں اُس کی جڑ سے نکلتی ہیں اصل یہ ہے کہ جب چھٹے آسمان سے گذر کر ساتویں کے اندر کو نفوذ کرتا ہوا آگے پہنچا تو یہ موقع نفوذ کا اُس کے لیے بمنزلہ جڑ کے ہے جو ساتویں میں ہے تو وہ نہریں اس دوسری جڑ سے نکلیں اور یہ جو اندر کو جاری تھیں یہ کوثر اور نہر رحمت معلوم ہوتی ہے کہ وہ دونوں سلسبیل کی شاخیں ہیں ممکن ہے کہ یہ سلسبیل اور اُس کا وہ موقع جہاں سے کوثر و نہر رحمت کا اُس سے انشعاب ہوا ہے یہ سب سدرہ کی دوسری جڑ میں ہوں۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت بالا سے ظاہراً کوثر کا خارج جنّت ہونا معلوم ہوتا ہے سو غالباً خارج وہ حصّہ ہے جو سدرہ کی جڑ میں ہے باقی زیادہ حصّہ اُس کا جنت کے اندر ہے

جیسا اور حدیثوں میں اُس کا جنت کے اندر ہونا وارد ہے۔ اور نیل و فرات کا آسمان پر ہونا اِس طرح ممکن ہے کہ دُنیا میں جو نیل و فرات ہیں ظاہر ہے کہ بارش کا پانی جذب ہو کر پتھر سے جاری ہوتا ہے اور بارش آسمان سے ہے سو جو حصہ بارش کا نیل و فرات کا مادہ ہے ممکن ہے کہ وہ حصہ آسمان سے آتا ہو پس اس طور پر نیل و فرات کی اصل آسمان پر ہوئی اور سدرۃ المنتہیٰ کے الوان کی نسبت فراش و جراد کہنا تشبیہاً ہے ورنہ وہ فرشتے تھے۔ اور یہ فرمانا کہ معلوم نہیں وہ کیا تھے اِس کے معنی یا تو یہ ہیں کہ اوّلاً معلوم نہ ہوا ہو یا یہ فرمانا تعجباً ہے کہ اُس کے حُسن کی تعبیر کا طریقہ نہیں معلوم کس طرح بیان کیا جاوے اور مُسلم کی روایت سے جو کہ بیت المعمور کے متعلق ہے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اُوپر ہے جیسا اِس لفظ سے معلوم ہوتا ہے بلند کیا گیا جو ترجمہ ہے ثم رفع البیت المعمور کا اور یہ رفع مؤخر ہے سدرۃ المنتہیٰ کے دیکھنے سے جیسے کلمہ ثم سے معلوم ہوتا ہے اور خود سدرۃ المنتہیٰ کا مقام ابراہیم علیہ السّلام سے بالاتر ہونا بھی معلوم ہوتا ہے جیسا اس لفظ کا مدلول ہے کہ پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا جو ترجمہ ہے۔ ثم رفعت الی سدرۃ المنتہیٰ کا اور یہ مؤخر ہے ابراہیم علیہ السّلام کے ملنے سے جیسا کلمہ ثم سے معلوم ہوتا ہے پھر اِس کے کیا معنی کہ ابراہیم علیہ السّلام اپنی کمر بیت المعمور سے لگائے ہوئے تھے جیسا واقعہ ہفدہم میں ہے سو اِس کی توجیہ قریب یہ ہے کہ بنیاد اُس کی ساتویں آسمان پر ہو اور ابراہیم علیہ السّلام اسفل دیوار سے کمر لگائے ہوں مگر ارتفاع اُس کا رفیع سے بھی رفیع ہو کہ سدرۃ المنتہیٰ سے جو کہ ساتویں آسمان سے بلند ہے نیز زیادہ بلند ہو اور واقعہ ہفدہم میں جو آپ کا نماز پڑھنا ہمراہی ابراہیم علیہ السّلام کے پاس والوں کے مذکور ہے اِس میں بھی اشکال نہیں۔ کیونکہ نماز نیچے کے درجہ میں ہو گی جیسا کہ اکثر مساجد میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور طبرانی نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ بیت معمور ایک مسجد ہے آسمان میں مقابل خانہ کعبہ کے اِس طرح پر کہ اگر بالفرض وہ گرے تو عین کعبہ کے

اُوپر گرے اُس میں ستر ہزار فرشتے روزانہ داخل ہوتے ہیں اور جب وہ نکل آتے ہیں تو اُن کی باری دوبارہ نہیں آتی اور جنت میں داخل ہونا جو اُوپر مذکور ہوا ہے ممکن ہے کہ بیت المعمور دیکھنے سے پہلے ہو اور ممکن ہے کہ بعد میں ہو لیکن اتنا قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہی اور اِس میں دونوں احتمال ہیں کہ جنت کا ارتفاع بیت المعمور سے ارفع ہو یا نہو اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ گویہ جنت قریب سدرۃ المنتہیٰ کے ہے مگر اُس سے ارفاع بھی ہے چنانچہ بیہقی نے ابوسعید خدری سے بعد سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کے یہ روایت کیا ہے کہ ثم رفعت الی الجنۃ یعنی پھر مجھ کو جنت کی طرف بلند کیا گیا واللہ اعلم اور بیہقی کی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ بعد سیر جنت کے پھر دوزخ میرے روبرو کیا گیا اس میں اللہ کا غضب اور عذاب اور انتقام تھا اگر اُس میں پتھر اور لوہا بھی ڈالدیا جاوے تو اُس کو بھی کھا لے پھر وہ بند کر دیا گیا اھ اِس کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اپنی جگہ پر رہا اور آپ اپنی جگہ رہے درمیان سے حجاب اُٹھا کر آپ کو دکھلا دیا گیا۔

واقعہ نوزدہم۔ بخاری میں بعد ذکر بیت المعمور اور دودھ وغیرہ کے برتنوں کے پیش کئے جانے کے روایت ہے کہ پھر مجھ پر پچاس نمازیں ہر یوم میں فرض کی گئیں اور ایک روایت میں بعد لقار ابراہیم علیہ السّلام کے ہے کہ پھر مجھ کو عروج کرایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا جہاں میں نے قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سُنی سو مجھ پر اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کیں (کذافی المشکوٰۃ عن الشیخین) ف پہلی روایت سے فرضیت صلوٰۃ کا سیر بیت المعمور سے متراخی بمہلت ہونا جیسا لفظ پھر کا مقتضا ہے جو مدلول ہے کلمہ ثم کا اور دوسری روایت سے فرضیت صلوٰۃ کا اُس میدان میں پہنچنے سے متصل یعنی غیر متراخی بمہلت ہونا جیسا لفظ سو کا مقتضا ہے جو ترجمہ ہے فار کا ثابت ہوتا ہے جس سے دونوں میں غور کرنے سے یہ ترتیب سمجھ میں آتی ہے کہ بعد عرض

بیت المعمور کے اُس میدان میں پہنچنا ہوا۔ اور اُس میدان میں پہنچنے کے بعد نمازیں فرض ہوگئیں واللہ اعلم نیز ایک اور قرینہ سے بھی اس محل صریف اقلام کا سدرہ اور بیت المعمور سے ارفع ہونا معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ اقلام تقدیر کے ہیں جو احکام تکوینیہ جزئیہ یومیہ کو لوح محفوظ سے نقل کرتے ہیں اور سدرہ کی نسبت واقعہ ہشدہم میں آیا ہے کہ اُوپر سے جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ اول وہاں آتے ہیں تو سدرہ اُس کے تحت میں ہوا اسی طرح بیت المعمور کی اصل ساتویں آسمان میں ہے اور وہاں فرشتے عبادت میں مشغول ہیں اور سموات اِس عموم میں داخل ہیں۔ یتنزل الامر بینہن تو بیت المعمور بھی اُس کے تحت میں ہوا۔

واقعہ بستم۔ بزار نے حضرت علی رضؓ سے معراج کے باب میں ایک حدیث ذکر کی ہے اور اُس میں جبریل علیہ السّلام کا براق پر چلنا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ حجاب تک پہنچے اور یہ بھی فرمایا کہ ایک فرشتہ حجاب کے اندر سے نکلا تو جبریل علیہ السّلام نے کہا کہ قسم اُس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دیکر مبعوث فرمایا کہ کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں میں نے اِس فرشتہ کو نہیں دیکھا اور حالانکہ میں خلائق میں رتبہ کے اعتبار سے بہت مقرب ہوں اور دوسری حدیث میں ہے کہ مجھ سے جبریل علیہ السّلام نے مفارقت اختیار کی اور تمام آوازیں مجھ سی منقطع ہوگئیں (کذا فی شرح النووی لمسلم) اور ابوالحسن بن غالب نے ابوالربیع بن سبع کی طرف شفاء الصدور میں حدیث ابن عباس سے منسوب کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل آئے اور میرے رب کی طرف چلنے میں میرے ہم سفر رہے یہاں تک کہ ایک مقام تک پہونچے پھر ٹھہر گئے میں نے کہا اے جبریل کیا ایسے مقام میں کوئی دوست اپنے دوست کو چھوڑتا ہے انہوں نے کہا کہ اگر میں اِس مقام سے بڑھوں تو نور سے جل جاویں اور شیخ سعدی رحمۃ نے اسی کا ترجمہ کیا ہے ؎

بدو گفت سالار بیت الحرام | کہ اے حامل وحی برتر خرام

چو در دوستی مخلصم یافتے | عنانم ز صحبت چرا تافتے
بگفتا فراتر مجالم نماند | بماندم کہ یزدی بالم نماند
اگر یک سر موئے برتر پرم | فروغ تجلی بسوزد پرم

اور اُسی حدیث مذکور میں یہ بھی ہے کہ پھر مجھ کو نور میں پیوست کر دیا گیا اور ستر ہزار حجاب مجھ کو طے کرائے گئے کہ اُن میں ایک حجاب دوسرے حجاب کے مشابہ نہ تھا اور مجھ سے تمام انسانوں اور فرشتوں کی آہٹ منقطع ہو گئی اُس وقت مجھ کو وحشت ہوئی تو اُس وقت مجھ کو ایک پکارنے والے نے ابوبکر رض کے لہجہ میں پکارا کہ ٹھہر جایئے آپ کا رب صلوٰۃ میں مشغول ہے اور اُس میں یہ بھی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ مجھ کو ان دو امر سے تعجب ہوا ایک تو یہ کہ کیا ابوبکر مجھ سے آگے بڑھ آئے دوسرے یہ کہ میرا رب صلوٰۃ سے بے نیاز ہے ارشاد ہوا کہ اے محمد یہ آیت پڑھو۔

هو الذی یصلی علیکم وملئکتہ لیخرجکم من الظلمات الی النور وکان بالمؤمنین رحیما۔

سو میری صلوٰۃ سے مراد رحمت ہے آپ کے لئے اور آپ کی اُمت کیلئے اور ابوبکر رض کی آواز کا قصہ یہ ہے کہ ہم نے ایک فرشتہ ابوبکر رض کی صورت کا پیدا کیا جو آپ کو اُنکی لہجہ میں پکارے تاکہ آپ کی وحشت دور ہو اور آپ کو ایسی ہیبت لاحق نہ ہو جو آپ کو فہم مقصود سے مانع ہو اور شفاء الصدور کی ایک روایت میں ہے کہ بعد قطع حجابات کے ایک رفرف یعنی مسند سبز میرے لئے اُتاری گئی اور میں اُس پر رکھا گیا۔ پھر مجھ کو اُوپر اُٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش تک پہنچا تو میں نے ایسا امر عظیم دیکھا کہ زبان اُس کو بیان نہیں کرسکتی مواہب میں ابن غالب کے حوالہ سے اِن روایات کو شفاء الصدور سے نقل کر کے کہا ہے والعہدۃ علیہ فی ذالک اھ

ف بزار کی روایت سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ عروج سمٰوات بھی براق ہی پر ہوا ہے واللہ اعلم اور رحمت الٰہیہ کی توجیہ کے لئے جو آپ کو حکم ہوا ٹھہرنے کا اِس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا آگے بڑھنا نعوذ باللہ اللہ تعالےٰ کو شغل مانع ہو جاوے گا توجہ رحمت سے جس طرح مخلوق کے لئے ایک شغل دوسرے شغل سے

مانع ہو جاتا ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اِس وقت خاص رحمت فرما رہے ہیں آپ سیر کو منقطع کیجئے اور اُس میں مشغول ہوجئے کیونکہ شغل سیر مانع ہوگا یک سوئی تام سے اُس رحمت کے اخذ کرنے میں واللہ اعلم۔

اور شفاء الصدور کی روایت مذکورہ میں یہ بھی منقول ہے فاورثنی علم الاولین والاخرین وعلمنی علوما شتی فعلم اخذ علی کتمانہ و علم انہ لا یقدر علی حملہ احد غیری وعلم خیرنی فیہ وعلمنی القران فقال جبریل علیہ السلام یذکرنی بہ وعلم امرنی بتبلیغہ الی العام والخاص منہ سو شاید اس سے کسی کو بعض صوفیہ کے اس قول کی صحت کا شبہ پڑے کہ وہ کہتے ہیں کہ معراج میں بعض علوم مکتومہ آپ کو وہ ملے تھے کہ خاص صوفیوں ہی کو پہنچے ہیں سو سمجھ لینا چاہئے کہ اوّل تو اس روایت ہی میں کلام ہے جیساکہ والعہدۃ علیہ سے معلوم ہوتا ہے دوسرے جب اِس کے کتمان کا عہد لیا گیا ہے تو صوفیوں ہی کو کیسے بتلا دیا۔ تیسرے اگر علم خیرنی فیہ میں اس کو داخل کیا جاوے تو دو امر محتاج ہونگے اوّل یہ کہ آپ نے صوفیوں کو کوئی الگ علم بتلایا ہے دوسرے یہ کہ وہ وہی ہے سو دونوں امروں کا کہیں پتہ نہیں چوتھے بعد اللتیا واللتی اس سے جو اُن صوفیوں کا مقصود ہے کہ بعضے امور شریعت کے خلاف بھی ثابت ہیں مثلاً شرع میں ایک چیز حرام ہے اور حقیقت وطریقت میں وہ حلال ہے اور ایسے علوم آپ سے سینہ بسینہ چلے آئے ہیں اس کو اس روایت سے کیا علاقہ اور بوجہ خلاف نصوص قطعیہ ہونیکے اِس کا اعتقاد بد دینی بھی ہے اگر ایسے علوم کا بتلانا مان بھی لیا جاوے تو وہ بالیقین منافی شریعت نہیں البتہ شریعت میں مسکوت عنہ ہوسکتے ہیں مگر وہ ایسے علوم نہیں جو موقوف علیہ رضائے حق کے ہوں کیونکہ ایسے علوم دین ہیں اور دین کی تکمیل اور اُس کی تبلیغ کا وقوع نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس کا کوئی جزو مخفی نہیں اگر اِس کی تعیین ہی مطلوب ہو تو قطعاً تو مشکل ہے مگر ظناً یا احتمالاً اِس کا علوم فتن ہوسکتے ہیں کہ بعض کو اس پر مطلع کیا گیا بعض کو نہیں جو شان سے ہے

مخبر فیہ ہونے کی پانچویں جو کچھ بھی ہو سکے سینہ بسینہ ہونے کا دعویٰ محض غلط ہے۔ حقیقت اس چیز کی جو سینہ بسینہ آتی ہے نسبت باطنیہ ہے جو برکت صحبت حسیہ یا معنویہ ایک دوسرے میں مورث و منتقل ہوتی آتی ہے چونکہ بہت لوگ اس غلطی میں مبتلا تھے اس لئے اس پر متنبہ کیا گیا۔

واقعہ بست و یکم۔ حق تعالیٰ کی رویت اور کلام۔ ترمذی نے حضرت ابن عباس رضہ سے روایت کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور عبدالرزاق نے بواسطہ معمر کے حسن سے روایت کیا کہ انہوں نے حلف کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور ابن خزیمہ نے عروہ بن الزبیر سے اس رویت کو ثابت کیا اور ابن عباس کے تمام اصحاب اس کے قائل ہیں اور کعب احبار اور زہری اور معمر سب اس کا جزم کرتے ہیں اور نسائی نے باسناد صحیح بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رض سے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی اس کی تصحیح کی ہے انہوں نے فرمایا کیا تم تعجب کرتے ہو کہ خلعت حضرت ابراہیم کے لئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور رویت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور طبرانی نے بسند ثقات ابن عباس رض سے ذکر کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ بصر سے اور ایک مرتبہ قلب سے۔ اور خلال نے کتاب السنہ میں مروزی سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جو شخص زعم کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا افترا کیا سو کون سی دلیل سے حضرت عائشہ کے قول کا جواب دیا جاوے انہوں نے فرمایا کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے رأیت ربی یعنی میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے (تو امام احمد کی روایت سے یہ حدیث مرفوع بھی ثابت ہوگئی) اور کلام کرنا صحاح میں ان امور کے ساتھ وارد ہے پانچ نمازیں فرض کی گئیں اور خواتیم سورہ بقرہ عنایت ہوئیں۔ اور جو شخص آپ کی امت میں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراوے اس کے گناہ معاف کئے گئے (کذا رواہ مسلم) اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو شخص

کسی نیکی کا ارادہ کرے اور اُس کو کرنے نہ پائے تو ایک نیکی لکھی جاوے گی = اور اگر اُس کو کر لیا تو (کم از کم) دس حصے کر کے لکھی جاویگی اور جو شخص بدی کا ارادہ کرے پھر اُس کو نہ کرے تو وہ بالکل نہ لکھی جاویگی اور اگر اُس کو کرے تو ایک ہی بدی لکھی جاوے گی (کذا رواہ مسلم) اور بیہقی نے ابو سعید خدری رض سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے اُس کا اختصار یہ ہے کہ آپ نے جناب باری تعالیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی خلت اور ملک عظیم اور موسیٰ علیہ السّلام سے ہم کلامی اور داؤد علیہ السّلام کا ملک عظیم اور لوہے کا نرم ہونا اور پہاڑوں کا مسخر ہونا اور سلیمان علیہ السّلام کا ملک عظیم اور انس وجن وشیاطین وہوا کا مسخر ہونا اور بے نظیر ملک دینا اور عیسیٰ علیہ السّلام کو انجیل وتوراۃ اور ابراء اکمہ وابرص واحیاء موتیٰ کا عطا ہونا اور اُن کا اور اُن کی والدہ کا شیطان سے پناہ دینا عرض کیا حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم کو حبیب بنایا اور سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا اور شرح صدر و وضع ورفع ذکر مرحمت فرمایا سو میرا جب ذکر ہوتا ہے تمہارا بھی ہوتا ہے اور تمہاری اُمت کو خیر اُمت اور اُمت عادلہ بنایا اور اوّل بھی اور آخر بھی بنایا اور اُن کا کوئی خطبہ درست نہیں جب تک کہ وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی شہادت نہ دیں اور تمہاری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے سینے میں اُن کی کتاب رکھی اور تم کو پیدائش (عالم نور) میں سب سے اوّل اور بعثت میں سب سے آخر اور قیامت کے روز فیصلہ میں سب سے مقدم بنایا اور میں نے تم کو سبع مثانی اور خواتیم سورہ بقرہ بلا شرکت دوسرے انبیاء کے اور کوثر اور اسلام اور ہجرت اور جہاد اور نماز اور صدقہ اور صوم رمضان اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر عطا فرمائے اور تم کو فاتح اور خاتم بنایا اِس کے اسناد میں ابو جعفر ہیں جن کو ابن کثیر نے ضعیف الحفظ کہا ہے ف بعض صحابہ کا نفی رویت کی کرنا اپنی رائے سے ہے جو مستنبط ہے

لہ۔ کذا قال النووی وما اورد علیہ فی فتح الباری بقول عائشہ رض فی قول اللہ تعالیٰ لقد راٰہ نزلۃ اخریٰ انہا سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذالک فقال انما ہو جبریل۔ بقیہ بر صفحہ

بعض عمومات سے جیسے لاتدرکہ الابصار لیکن بعد اثبات بالنصوص کے ان عمومات کو محمول کیا جاوے گا نفی ادراک بمعنی معرفت کنہ واحاطہ پر اور آپ کا یہ فرمانا کہ نورانی اراہ محمول اس پر ہے کہ نور جس درجہ میں مانع رویت ہوتا ہے وہ درجہ مرئی نہیں ہوا اور آخرت میں یہ عادۃ مبدل ہو جاوے گی اور ایسا انکشاف ہوگا کہ اُس سے فوق استعداد بشری کے لئے متصور نہیں اور مطلق رویت کی نفی کو مستلزم نہیں اور خواتیم سورہ بقرہ وغیرہ کا نزول مدینہ میں ہونا اس روایت کے منافی نہیں کہ اُس وقت اجمالاً وعدہ ہوا ہوگا پھر مدینہ میں نزول تفصیلاً عطا ہو گیا اور پانچ نمازوں کے ملنے سے مراد یہ ہے کہ آخر میں پانچ رہ گئیں اور ظاہرا یہ سب کلام مقام رویت میں ہوئے ہیں قرینہ اس کا یہ ہے کہ واقعہ نوز دہم میں مقام صریف الاقلام کے بعد نمازوں کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے اور مقام صریف الاقلام کے بعد ظاہرا یہی مقام کلام معلوم ہوتا ہے گو ممکن ہے کہ نماز کی فرضیت قبل از انتقال مقام صریف الاقلام کے ہوئی ہو اور خود یہ امور جن کے ساتھ کلام واقع ہوا

سلہ - وفی روایۃ ابن مردویہ فقلت یا رسول ہل رایت ربک فقال لا انما رایت جبریل منہبطا حیث حکت النفی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ہو (ای جزم النووی بان عائشۃ لم تنفا الرویۃ بحدیث مرفوع) عجیب فاقول ہذا لایراد عجیب لان النفی فی ہذا الحدیث المرفوع انما یتعلق بالرویۃ الخاصۃ المذکورۃ فی ہذہ الآیۃ لا مطلق الرویۃ والکلام فی مطلقہا فافہم ۱۲ منہ

حاصل اس عبارت عربیہ کا یہ ہے کہ اگر کسی کو شبہ ہو کہ بعض روایات میں حضرت عائشہ رض کا قول ہے کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ہل رایت ربک فقال لا انما رأیت جبریل منہبطا پس نفی رویت کی نص سے ہوئی رائے سے نہ ہوئی - جواب یہ ہے کہ یہاں مطلق رویت سے سوال نہ تھا بلکہ آیت ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ کی تفسیر کا پوچھنا تھا کہ مراد اُس سے رویت الٰہیہ ہے اس کے جواب میں یہ ارشاد ہوا ہے چنانچہ اسی حدیث میں یہ مصرح ہے جس کو مسلم نے اور حسب نقل فتح الباری ابن مردویہ نے روایت کیا ہے ہل رأیت ربک اسی روایت ابن مردویہ میں آیا ہے فتح الباری کی عبارت حاشیہ مسلم مطبوعہ مجتبائی میں نقل کی ہے ۱۲ - منہ

ظاہر استحد الوقت ہیں جب فرضیت صلوٰۃ کا یہ وقت ہے تو سب مکالمات کا بھی ہوگا واللہ علم
اور یہ جو حدیثوں میں کعب کا قول ہے ان اللہ قسم رویتہ وکلامہ میں محمدؐ وموسیٰ (کذا رواہ الترمذی)
اس سے نفی کلام کی لازم نہیں آتی کیونکہ مراد اس سے عادۃ کلام کی ہے جو مرۃ بعد آخری ہو اور
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کلام خاص ایک ہی بار واقع ہوا چنانچہ اسی حدیث میں
کعبؓ کا قول ہے فکلم موسیٰ مرتین ورآہ محمد مرتین اور یہ رویت مرتین جو فرمایا تو ظاہر یہی ہے
جو ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ ایک بار دل سے دیکھا ایک بار بصر سے اور یہ جو حدیث میں حضرت
جابر رضؓ کی نسبت آیا ہے کہ ان کے قبل کسی سے مشافہۃً کلام نہیں ہوا مراد اس سے یہ ہے کہ
ایسے درجہ کے آدمیوں میں پس اس سے مکالمت نبویہ کی نفی نہیں ہوئی اور یہ جو ابن عباسؓ
نے فرمایا کہ خلت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور رویت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
مراد اس سے بعض آثار خاصہ خلت کے ہیں تو اُن کے اختصاص با براہیم علیہ السلام سے
انتفاء نفس خلت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لازم نہیں آتا اور یہ جو ارشاد ہوا کہ نیکی کا ارادہ
لکھا جاتا ہے اور بدی کا نہیں لکھا جاتا مراد اس سے مرتبہ عزم کا نہیں وہ تو خود ایک عمل ہے
کہ بدی میں بھی لکھا جاویگا بلکہ مراد اس سے مرتبہ تمنی ہے جب کہ ارادہ پختہ نہ ہوا ہو لیکن نیکی
کی تمنی کو زائل کرنے کا قصد نہ ہو اور بدی کی تمنی کے ازالہ کا قصد ہو تو اس حالت میں نیکی
لکھی جاوے گی اور بدی نہ لکھی جاویگی۔

واقعہ بست و دوم۔ واپسی فوق سمٰوات سے سمٰوات کی طرف۔ بخاری میں بعد سیر بیت المعمور
اور پیش ہوئے ظروف خمر ولبن وعسل کے (جس کا ذکر واقعہ ہشدہم میں ہوا ہے) یہ ہے کہ پھر
مجھ پر ہر رات دن میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر میں واپس ہوا آپ فرماتے ہیں کہ میں
واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام پر گذرا تو اُنہوں نے پوچھا کہ آپ کو کیا حکم ہوا۔ میں نے کہا کہ
پچاس نمازوں کا رات دن میں حکم ہوا اُنہوں نے فرمایا کہ آپ کی اُمت سے پچاس نمازیں ہر گز
رات دن میں نہ پڑھی جاویں گی واللہ میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور
بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں اپنے رب کے پاس (یعنی اُس مقام کو جہاں یہ حکم
ہوا تھا) واپس جائیے اور اپنی اُمت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے میں واپس گیا

سو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السّلام کے پاس آیا اُنہوں نے پھر اسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السّلام کے پاس آیا اُنہوں نے پھر اُسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو دس اور کم کر دیں میں پھر موسیٰ علیہ السّلام کے پاس آیا اُنہوں نے پھر اُسی طرح کہا۔ میں پھر لوٹا تو مجھ کو ہر روز میں دس نمازوں کا حکم ہوا میں پھر موسیٰ علیہ السّلام کے پاس آیا۔ اُنہوں نے پھر اُسی طرح کہا میں پھر لوٹا سو ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا۔ موسیٰ علیہ السّلام نے کہا کہ آپ کی اُمت (یعنی سب اُمت) ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکیں گی اور میں آپ کے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں۔ پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور اپنے لئے اور تخفیف مانگیئے۔ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی یہاں تک کہ میں شرما گیا (گو پھر بھی عرض کرنا ممکن تھا) لیکن اب راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں جب وہاں سے آگے بڑھا ایک پکارنے والا (حق تعالیٰ کی جانب سے) پکارا میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔ اور مسلم کی روایت میں پانچ پانچ کا کم ہونا آیا ہے اور اُس کے آخیر میں یہ ہے کہ اے محمدؐ یہ پانچ نمازیں ہیں دن اور رات میں اور ہر نماز دس کی برابر ہے تو پچاس ہی ہو گئیں۔ اور نسائی میں ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے جس روز آسمان اور زمین پیدا کیا تھا آپ پر اور آپ کی اُمت پر پچاس نمازیں فرض کیں تھیں سو آپ اور آپ کی اُمت اُس کی پابندی کیجیئے۔ اور اُس حدیث میں موسیٰ علیہ السّلام کا یہ ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض ہوئیں تھیں مگر اُن سے نہ ہو سکیں اور اُس کے آخیر میں یہ ہے کہ یہ پانچ ہیں برابر پچاس کے سو آپ اور آپ کی اُمت اِس کی پابندی کریں آپ فرماتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ بات ہے جب موسیٰ علیہ السّلام کے پاس آیا اُنہوں نے کہا پھر جایئے (اور تخفیف کرایئے) مگر میں پھر نہیں گیا۔ اور شیخین کی روایت میں ہے کہ جب کم ہوتے ہوتے پانچ رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں اور (ثواب میں) پچاس ہیں میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی (یعنی پچاس کا اجر مقدر تھا اُس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی اور پچاس نمازوں کا بدلنا ہی مقدر تھا اس لئے اُس میں بھی تبدیلی نہیں

ہوئی -) کذا فی المشکوٰۃ ف فرضیت صلوٰۃ کے بعد واپس ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ فوراً واپسی ہوئی یعنی درمیان میں رویت و مکالمت وغیرہ ہوکر پھر واپسی ہوئی اور دس دس کم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دُو دُو بار میں یہ دس کی کمی ہوئی بس پانچ پانچ کے کم ہونے کی روایت سے شیخین کی روایت نقل کی ہے اُس سے آپ کے شرما جانے اور پھر درخواست نہ کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا تھا کہ یہ پانچ ہیں برابر پچاس کے اور میرے یہاں بات نہیں بدلتی اس سے آپ اشارہ اس عدد کے مطلوب و مرضی حق ہونے کا سمجھے گو اس میں تصریح نہیں ہے کہ اس سے کمی ممکن نہیں کیونکہ اس کے معنی یہ تھے کہ موجودہ عدد جو پانچ کا ہے یہ بھی پچاس کے برابر ہے ثواب میں کمی نہیں ہوئی اس میں اور کم ہونے کی نہ نفی ہے نہ کم کرانے کی نہی ہے اگر اور بھی کم ہوتی تو ثواب نہ گھٹتا اور وہ عدد پچاس کے برابر ہوجاتا اور پانچ کو جو برابر پچاس کے فرمایا تھا اُس سے یہ لازم نہیں آیا تھا کہ اُس سے کم عدد اُس فضیلت کو نہیں پہنچ سکتا بلکہ اُس کے معنی صرف یہ تھے کہ یہ عدد اس سے کم فضیلت نہیں رکھتا۔

واقعہ بست وسوم۔ واپسی سموات سے زمین کی طرف محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ کو ام ہانی بنت ابی طالب سے جن کا نام ہند ہے معراج نبوی کے متعلق یہ خبر پہنچی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ آپ کو جب معراج ہوئی آپ میرے گھر میں سوتے تھے آپ نے عشا کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے جب فجر کے قبل کا وقت ہوا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار کیا جب آپ صبح کی نماز پڑھ چکے اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی فرمایا اے ام ہانی میں نے تم لوگوں کی ساتھ عشا کی نماز پڑھی جیسا تم نے دیکھا پھر میں بیت المقدس پہنچا اور اُس میں نماز پڑھی پھر میں نے اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی جیسا تم دیکھ رہی ہو پھر آپ باہر جانے کے لئے اُٹھے میں نے آپ کی چادر کا گوشہ پکڑ لیا اور عرض کیا یا نبی اللہ لوگوں سے یہ قصہ نہ کہئے آپ کی تکذیب کرینگے اور آپ کو ایذا دیں گے آپ نے فرمایا واللہ میں ضرور اُن سے اِس کو بیان کروں گا میں نے اپنی ایک حبشی لونڈی سے کہا کہ آپ کے پیچھے پیچھے جا تاکہ جو آپ لوگوں سے کہیں اور لوگ آپ سے کہیں اُس کو سُنے۔ جب آپ باہر تشریف لے گئے ان کو خبر دی اُنہوں نے تعجب کیا اور کہا اے محمدؐ اس کی کوئی نشانی ہے (جس سے ہم کو یقین آوے) کیونکہ ہم نے ایسی بات

کبھی نہیں سُنی آپ نے فرمایا نشانی اس کی یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گذرا تھا اور اُن کا ایک اُونٹ بھاگ گیا تھا اور میں نے اُن کو بتلایا تھا اُس وقت تو میں شام کو جا رہا تھا (یعنی سفر اسرار آغاز تھا) پھر میں واپس آیا یہاں تک کہ جب ضجنان میں فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہنچا میں نے لوگوں کو سوتا ہوا پایا اور اُن کا ایک برتن تھا جس میں پانی تھا اور اُس کو ڈھانک رکھا تھا میں نے ڈھکنا اُتار کر اُس میں کا پانی پیا پھر اُسی طرح بدستور ڈھانک دیا اور اُس کی یہ بھی نشانی ہے کہ اُن کا وہ قافلہ اب بیضار سے ثنیۃ التنعیم کو آرہا ہے سب سے آگے ایک خاکستری رنگ کا اُونٹ ہے اُس پر دو بورے لدے ہیں ایک کالا دوسرا دھاری دار لوگ ثنیۃ التنعیم کی طرف دوڑے سو اُس اُونٹ سے پہلے کوئی اور اُونٹ نہیں ملا جیسا آپ نے فرمایا تھا اور اُن سے برتن کا قصہ پوچھا اُنھوں نے خبر دی کہ ہم نے پانی بھر کر ڈھانک دیا تھا سو ڈھکا ہوا تو ملا مگر اُس میں پانی نہ تھا اور اُن دوسروں سے بھی پوچھا جن کا اُونٹ بھاگنا بیان فرمایا تھا) اور یہ لوگ مکہ آچکے تھے اُنھوں نے کہا واقعی صحیح فرمایا اُس وادی میں ہمارا اُونٹ بھاگ گیا تھا ہم نے ایک شخص کی آواز سُنی جو اُونٹ کی طرف ہم کو پکار رہا ہے یہاں تک کہ ہم نے اُونٹ کو پکڑ لیا (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) - اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ آپ سے نشانی کی درخواست کی تو آپ نے اُن کو بدھ کے دن قافلہ کے آنے کی خبر دی جب وہ دن آیا تو وہ لوگ نہ آئے یہاں تک کہ آفتاب غروب کے قریب تر پہنچ گیا آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تو آفتاب چھپنے سے رُک گیا یہاں تک کہ وہ لوگ جیسا آپ نے بیان فرمایا تھا آگئے ف ان روایات سے چند امور ثابت ہوئے اوّل عشا اور فجر کے درمیان درمیان سفر ذہابا وایابا ختم ہوگیا اور عشا کی نماز گو اُس وقت فرض نہ تھی مگر آپ پڑھا کرتے ہوں گے اور دوسرے مومنین بھی آپ کے ساتھ پڑھ لیتے ہوں گے اور فجر کی یہ نماز گو بعد معراج کے تھی مگر احادیث سے اوّل امامت جبریل علیہ السّلام کی ظہر کے وقت ثابت ہوتی ہے تو غالباً اِس فرضیت کی ابتدا موقت بہ ظہر ہوگی اور بیت المقدس میں جو نماز پڑھی اُس کی نسبت بعض روایات میں آیا ہے حانت الصلوٰۃ سو عشا کی نماز مراد لینا مشکل ہے کیونکہ عشا آپ پڑھ چکے تھے تو غالباً یہ تہجد کی نماز ہوگی کہ آپ پر وہ ایک زمانہ تک مثل فرائض کے مؤکد رہی اور اذان اِسی تہجد کے لئے ہوئی ہوگی جیسا

رمضان المبارک میں حضرت بلال کی اذان اُس وقت میں وارد ہے۔ دوسرا امر یہ ثابت ہوا کہ معراج جسمانی تھی ورنہ لوگوں کی تکذیب کی کیا وجہ اور اُس تکذیب میں آپ کے اِس جواب نہ دینے کی کیا وجہ کہ وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ روحانی ومنامی ہے جس میں مستبعد سے مستبعد امر کا دعویٰ بھی مقبولیت کی گنجائش رکھتا ہے۔ تیسرا امر سیرۃ ابن ہشام میں جن قافلوں کا ذکر ہے ظاہراً وہ دونوں الگ الگ ہیں اور بیہقی کی روایت میں جن کا ذکر ہے کہ وہ آئے نہ تھے یہ الگ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُن دونوں میں سے ایک تو مکہ آ پہنچا تھا اور دوسرا تنعیم کو آتا ہوا ملا اور اس تیسرے کی نسبت شام تک نہ آنا اور حبس شمس کا ہونا مذکور ہے جس سے ظاہراً اِس کا متغائر ہونا معلوم ہوتا ہے اور مواہب میں بلا سند دونوں قصے یعنی اُونٹ کے بھاگنے اور خاکستری اُونٹ کے پیشرو ہونے کے ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کئے ہیں تو غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں قافلے ایک ہی قافلہ کے ٹکڑے ہیں یہ دو قصے دو جماعتوں میں ہوئے اور تیسرا قصہ وقت پر نہ آنے کا اور حبس شمس کا تیسری جماعت سے ہوا اور چونکہ یہ سب ایک ہی مجموع کے احاد ہیں اس لئے دو قصّوں کو ایک ہی قافلہ کی طرف منسوب کرنا بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ اور حبس شمس میں کوئی اشکال عقلی نہیں ہے اس لئے یہ وجہ انکار کی نہیں ہو سکتی ہے اور عام چرچا اِس کا اِس لئے نہ ہوا ہو کہ تھوڑی دیر کے لئے ایسا ہوا ہو اور کسی نے التفات نہ کیا ہو اور یہ امر باوجود تلاش کے مجھ کو نہ ملا کہ واپسی آپ کی بُراق پر ہوئی تھی یا کسی اور طرح اگر کسی کو پتہ لگ جاوے اس مقام پر حاشیہ کا نشان بنا کر اُس میں ملحق کر دے۔

واقعہ بست وچہارم۔ معاملہ مخاطبین بعد استماع قصہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شباشب مسجد اقصیٰ کی طرف لیجایا گیا (اس میں آگے کی نفی نہیں) تو صبح کو لوگوں سے تذکرہ فرمایا بعضے لوگ جو مسلمان ہوئے تھے مرتد ہو گئے اور بعضے مشرکین حضرت ابوبکر رضؓ کے پاس دوڑے گئے اور کہا کہ اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے یوں کہتے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات بیت المقدس میں لیجایا گیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کیا وہ ایسا کہتے ہیں لوگوں نے کہا ہاں اُنہوں نے فرمایا کہ اگر وہ کہتے ہیں تو ٹھیک کہتے ہیں لوگ کہنے لگے کیا تم اس امر میں اُن کی تصدیق کرتے ہو کہ بیت المقدس گئے اور صبح سے پہلے چلے آئے

(حالانکہ وہ کس قدر دور ہے) انہوں نے فرمایا ہاں میں تو اس سے زیادہ بعید امر میں اُن کی تصدیق کرتا ہوں یعنی آسمان کی خبر کے بارہ میں جو اُن کے پاس صبح یا شام کو آتی ہے (جو کہ شب سے مقدار میں کم ہے) اُن کی تصدیق کر لیتا ہوں اسی لئے اُن کا نام صدیق رکھا گیا۔ روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں اور ابن اسحاق نے۔ ف اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ معراج بیداری میں جسم کے ساتھ ہوئی ورنہ اگر آپ منام کا دعویٰ فرماتے تو وہ ایسا امر مستبعد نہ تھا کہ بعضے لوگ مُرتد ہو جاتے۔

واقعہ لبست و پنجم۔ مطالبہ حجت از کفار و اقامتش از سید الابرار علیہ الصلوٰۃ اللہ العزیز الغفار حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں کہ جن کو میں نے (بوجہ ضرورت نہ سمجھنے کے) ضبط نہ کیا تھا سو مجھ کو اس قدر گھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا پس اللہ تعالیٰ نے اُس کو میرے لئے ظاہر کر دیا کہ میں اُس کو دیکھتا تھا اور وہ جو مجھ سے پوچھتے تھے میں اُن کو بتلاتا جاتا تھا روایت کیا اس کو مسلم نے (کذا فی المشکوٰۃ) اور احمد اور بزار نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ مسجد لائی گئی اور میں اُس کو دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ عقیل کے گھر کے پاس لا کر رکھی گئی اور آپ نے سب بیان فرمایا اور میں اُس کو دیکھ رہا تھا اور ابن سعد نے ام ہانی سے روایت کیا ہے کہ بیت المقدس میرے لئے متمثل (و متشکل) کیا گیا اور میں اُن لوگوں کو اس کے نشان بتلا رہا تھا۔ اور ام ہانی کی اسی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ مسجد کے کے دروازہ ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن کو (بوجہ غیر ضروری ہونے کے) گنا نہ تھا آپ فرماتے ہیں کہ بس میں اُس کو دیکھتا جاتا تھا اور ایک ایک دروازہ شمار کرتا جاتا تھا اور ابو یعلیٰ کی روایت میں ہے کہ یہ پوچھنے والا مطعم ابن عدی والد جبیر بن مطعم کا تھا ف اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر بیداری میں مع الجسم ہوا ہے ورنہ یہ اعتراض متوجہ ہی نہ ہوتا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر رضؓ نے آپ سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا کہ آپ بیان فرمایئے کیونکہ میں نے اُس کو دیکھا ہے آپ بیان فرماتے تھے اور ابو بکر رضؓ تصدیق کرتے جاتے تھے

آپ نے فرمایا اے ابوبکر رضؓ تم صدیق ہو (کذا فی سیرۃ ابن ہشام) تو اس میں کچھ تعارض نہیں کیونکہ آپ کا پوچھنا شک و امتحان کے لئے نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ کفار سُن لیں اور کفار کو حضرت ابوبکر پر اس امر میں اعتماد تھا کہ بیت المقدس کو دیکھے ہوئے ہیں اور یہ بھی اطمینان تھا کہ یہ محسوسات میں خلاف واقع کی تصدیق نہ کریں گے اور کفار کا دریافت کرنا یا تو اسی مجلس میں ہو پھر بادی خواہ وہ ہوں یا حضرت ابوبکر رضؓ ہوں اور دوسرا مؤید سوال کا ہو گو قصد ہر ایک کا مختلف ہو اور یا دو مجلس ہو اور بیت المقدس کا اپنی جگہ پر رہ کر ظاہر ہونا یا دارِ عقیل کے پاس آکر رکھا جانا یا اُس کی مثال کا منکشف ہونا ان میں جمع کی صورت سہل یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس کی مثال منکشف ہوئی اور وہ دارِ عقیل کے پاس نمایاں ہوئی جیسا نسائی کی حدیث میں آپ کے سامنے دوزخ جنت کا متمثل ہونا آیا ہے اور غایۃ تشابہ کی وجہ سے اُس کو بیت المقدس کا منکشف ہونا فرمایا گیا اب یہہ اشکال بھی نہ رہا کہ اگر بیت المقدس یہاں آتا تو اپنی جگہ سے اُتنی دیر غائب رہتا اور ایسا امر عجیب تاریخ میں منقول ہوتا وہذا آخر ما اردت ایرادہ فی ہذا الخبر ۔ ومضی اللیل وبدا السحر وصلے اللہ تعالیٰ علی ہذا النبی خیر الخلائق والبشر وعلی آلہ واصحابہ مصابیح الغرر۔

سلہ - اور تین قصے روایات معراج میں اور آئے ہیں ایک یہ کہ آپ نے ایک قوم کو دیکھا کہ تانبے کے ناخنوں سے اپنا منہ نوچتے ہیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ غیبت کرنیوالے ہیں اور دوسرے یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی معرفت آپ کی اُمت کو سلام فرما کر بھیجا تیسرے یہ کہ ملائکہ نے عرض کیا کہ اپنی اُمت کو پچھنے لگانے کا معالجہ کے لئے مشورہ دیجئے اُس وقت مجھ کو یہ حدیثیں نہیں ملیں جس کو ملجائیں حاشیہ میں ملحق کردیں۔ ۱۲ منہ۔

حاشیۃ الحاشیۃ - اُن روایات کے بقیہ حاشیہ سلہ الفاظ یہ ہیں حدیث اول اخرج احمد وابوداؤد ومن طریق عبد الرحمٰن بن جبیر عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لما عرج بی مررت بقوم لہم اظفار من نحاس یخمشون وجوہہم وصدورہم فقلت من ہؤلاء یا جبرئیل قال ہؤلاء الذین یاکلون لحوم الناس ویقعون فی اعراضہم الدر المنثور فی تفسیر القرآن بالماثور مطبوعہ مصر جلد ۱ ج ۴ صفحہ ۱۵۰

حدیث ثانی - اخرج الترمذی وحسنہ وابن مردویہ من طریق عبد الرحمٰن عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم لقیت ابراہیم لیلۃ اسری بی فقال یا محمد اقرئ اُمتک منی السلام واخبرہم بان الجنۃ بقیہ بر صفحہ ۴۰

فوائد متعلقہ واقعہ معراج

چونکہ یہ واقعہ نہایت مہتم بالشان ہے اس لیے اس کے بعض فوائد متعلقہ کو بھی اس کے بعد متن ہی میں لکھنا مستحسن معلوم ہوا مگر اختصار کے ساتھ اور یہ فوائد دو قسم کے ہیں ایک فوائد حکمیہ بضم الحا جس کا حاصل احکام عملیہ ہیں۔ دوسرے فوائد حکمیہ بکسر الحا جس کا حاصل تحقیقات علمیہ ہیں

قسم اوّل فوائد حکمیہ بالضم

نمبر ۱۔ احادیث اسرا میں مذکور ہے کہ آپ کا سینہ مبارک شق کیا گیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد کو مرد کے سینہ کی طرف دیکھنا درست ہے اور گو فرشتے ذکورۃ و انوثۃ سے منزہ ہیں مگر اطلاقات شرعیہ میں ان کا ذکر بصیغ ذکور آیا ہے اس لئے یہ استنباط چسپاں ہو گیا۔

نمبر ۲۔ اور اس میں یہ ہے کہ بیت المقدس پہنچکر براق کو حلقہ سے باندھ دیا گیا اس سے احتیاط فی الامور و مباشرت اسباب کا منافی توکل نہ ہونا ثابت ہوتا ہے جب کہ اعتماد حق تعالیٰ پر ہو۔

نمبر ۳۔ اور اس میں یہ ہے کہ جبریل علیہ السّلام سے جب آسمان کے دروازہ پر پوچھا گیا کہ کون ہے تو جبریل علیہ السلام نے جواب میں اپنا نام بتلایا کہ جبریل یوں نہیں کہا کہ میں اس سے معلوم ہوا کہ ایسے پوچھنے والے کے جواب میں ادب یہ ہی ہے کہ نام لے کیونکہ صرف میں کہنا اکثر اوقات معرفت کے لئے کافی نہیں ہوتا ایک حدیث میں اس پر انکار بھی آیا ہے۔

سلہ۔ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء وانہا قیعان وان غراسہا سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۳۵۵)

حدیث ثالث۔ عن ابن مسعود قال حدث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن لیلۃ اسری بہ انہ لم یمر علی ملاء من الملٰئکۃ الا امروہ مر امتک بالحجامۃ رواہ الترمذی وابن ماجۃ وقال الترمذی ہذا حدیث حسن غریب۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی صفحہ ۳۸۹) ۱۲ لبعض الافاضل۔

نمبر۴۔ اور اسی سے استیذان کا مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ کسی کے گھر میں گو وہ مردانہ ہی ہو بلا اذن داخل نہ ہونا چاہیئے۔

نمبر۵۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے کمر لگائے بیٹھے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبلہ سے کمر لگانا اور قبلہ کی طرف پشت پھیر کر بیٹھنا جائز ہے اگرچہ ہمارے لئے ادب یہ ہی ہے کہ بلا ضرورت ایسا نہ کریں۔

نمبر۶۔ اور اس میں یہ ہے کہ آدم علیہ السلام داہنی طرف دیکھکر ہنستے تھے اور بائیں طرف دیکھکر روتے تھے اس سے شفقت والد کی اولاد پر ثابت ہوتی ہے کہ اس کی خوش حالی پر مسرور ہو۔ اور بدحالی پر مغموم ہو۔

نمبر۷۔ اور ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ کہکر روئے کہ ان کی امت کے لوگ جنت میں میری امت کے لوگوں سے زیادہ جاویں گے چونکہ یہ رونا اپنی امت پر حزن و حسرت اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت تابعین پر غبطہ کے طور تھا اس سے یہ ثابت ہوا کہ امر خیر میں غبطہ محمود ہے اور غبطہ اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی نعمت دیکھکر یہ تمنا کرے کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہوتی اور دوسرے کے پاس سے زوال نعمت کی تمنا نہ کرے ورنہ یہ حسد ہے اور حرام ہے یہ فوائد نووی شارح مسلم نے لکھے ہیں اور ان کے علاوہ کچھ اور فوائد بھی جو خیال میں آئے لکھے جاتے ہیں +

نمبر۸۔ ان میں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کی رکاب پکڑی اور میکائیل علیہ السلام نے لگام تھامی اس سے یہ ثابت ہوا کہ راکب اگر کسی مصلحت سے اپنے خادم سے ایسا کام لے یا کوئی محب محض اکرام و محبت سے ایسا کرے تو اس کو گوارا کر لینا جائز ہے۔ البتہ براہ کبر نہ ہو۔

نمبر۹۔ ان میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بعض مقامات متبرکہ میں نماز پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ مقامات شریفہ میں نماز پڑہنا موجب برکت ہے بشرطیکہ اس مقام سے کسی مخلوق کی تعظیم مقصود نہ ہو خوب سمجھ لو نازک بات ہے +

نمبر۱۰۔ اور ان میں یہ بھی ہے کہ راہ میں آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام

وعیسیٰ علیہ السّلام نے سلام کیا جیسا کہ واقعہ ششم میں مذکور ہوا اس سے معلوم ہوا کہ اگر راکب اور عابر کسی جالس و راجل کو نہ دیکھنے کی وجہ سے سلام نہ کر سکے تو اُس کے لئے افضل ہے کہ راکب و عابر کو سلام کرے +

نمبر ۱۱۔ اور اُن میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بعض اعمال پر لوگوں کو جزا ملتے ہوئے اور بعض کو سزا ملتے ہوئے دیکھا اس سے اُن اعمال خیر و شر کا قابل ارتکاب یا اجتناب ہونا ثابت ہوا جیسا کہ ظاہر ہے +

نمبر ۱۲۔ اُن میں یہ بھی ہے کہ آپ نے بیت المقدس میں داخل ہو کر نماز پڑھی اس سے تحیۃ المسجد کا مسنون ہونا ثابت ہوا +

نمبر ۱۳۔ اُن میں یہ بھی ہے کہ بیت المقدس میں آپ امام بنائے گئے اس سے ثابت ہوا کہ امامت افضل القوم کی افضل ہے +

نمبر ۱۴۔ اور اُن میں یہ بھی ہے کہ تمام انبیاء علیہم السّلام نے بیت المقدس میں اپنے فضائل کا خطبہ پڑھا اس سے ثابت ہوا کہ اگر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو بطور شکر و تحدّث بالنعمۃ کے ظاہر کرے تو محمود ہے +

نمبر ۱۵۔ اور اُن میں یہ بھی ہے کہ آپ کو پیاس لگی تو کئی قسم کے مشروبات آپ کے سامنے حاضر کئے گئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ توسع بآکل و مشارب میں خصوص ضیف کے لئے جائز ہے۔

نمبر ۱۶۔ اور اگر اس پیشی کی غرض پر نظر کیجائے کہ امتحان تھا تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دین میں امتحان لینا جائز ہے +

نمبر ۱۷۔ اور اُن میں یہ بھی ہے کہ فرشتے آپ کو دونوں طرف سے گھیرے ہوئے تھے جیسا واقعہ دہم میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر اکرام کے لئے خادم دونوں طرف گھیرے ہوں تو مذموم نہیں۔

نمبر ۱۸۔ اور اُن میں یہ بھی ہے کہ آپ جب آسمانوں پر پہنچے تو فرشتوں نے اور انبیاء علیہم السّلام نے آپ کو مرحبا کہا اس سے معلوم ہوا کہ ضیف کا اکرام اور اظہار فرحت اُس کے آنے پر مطلوب ہے۔

نمبر ۱۹۔ اور اُن میں یہ بھی ہے کہ آپ نے آسمانوں میں خود انبیاء علیہم السّلام کو سلام کیا اس سے معلوم ہوا کہ آنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اگرچہ آنے والا افضل ہو +

نمبر ۲۰ - اور اُن میں یہ بھی ہے کہ آپ نے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے فضائل ذکر کر کر اپنے لئے دعا فرمائی اس سے مقام قرب میں پہنچکر بھی دعا کی فضیلت معلوم ہوئی۔

نمبر ۲۱ - اُن میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو مشورہ دیا کہ تخفیف عدد صلوٰۃ کی درخواست کیجیے اس سے معلوم ہوا کہ نیک مشورہ دینا اور خیر خواہی کرنا امر مطلوب ہے گو جس کو مشورہ دیا جاوے وہ اپنے سے رتبہ میں بڑا ہی ہو۔

نمبر ۲۲ - اُن میں یہ بھی ہے کہ آپ نے تخفیف صلوٰۃ کی درخواست کی اس سے معلوم ہوا کہ مفید مشورہ کو قبول کر لینا محمود ہے۔

نمبر ۲۳ - اُن میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام ہانی نے آپ سے عرض کیا کہ اس قصہ کو لوگوں سے نہ فرمایئے جیسا کہ واقعہ ۲۳ میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس بات کے اظہار سے فتنہ ہوتا ہو اُس کو ظاہر نہ کیا جاوے کیونکہ بنی اِن کے مشورہ کا یہ ہی اصل ہے۔

نمبر ۲۴ - پھر آپ کے جواب سے معلوم ہوا کہ اُس اصل میں تفصیل ہے یعنی جو امر دین میں ضروری نہ ہو اُس کو ظاہر نہ کیا جاوے اور ضروری میں فتنہ کی کچھ پروا نہ کی جاوے۔

نمبر ۲۵ - اُن میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کے حالات پوچھے جس سے غرض یہ تھی کہ میری تصدیق کرنے سے کفار وثوق کریں گے جیسا کہ واقعہ ۲۵ میں مذکور ہوا اس سے معلوم ہوا کہ مکالمت اہل حق و اہل باطل کے وقت تائید حق کے لئے گفتگو میں ظاہراً مخالف کا طرف دار بن جانا بھی جائز ہے۔ یہ کل پچیس ہوئے مطابق عدد واقعات کے واللہ اعلم۔

قسم ثانی فوائد حکمیہ بالکسر

اور یہ بھی پچیس ہیں پندرہ تنبیہ کے عنوان سے پانچ تحقیق کے عنوان سے اور پانچ دفع اشکال کے عنوان سے چنانچہ آتا ہے اور یہ قسم ثانی بصورت تفسیر آیات اسرا لکھی جاتی ہے جس کو اپنی تفسیر بیان القرآن سے نقل کر دیا ہے وہو ہذا۔

تفسیر آیۃ الاسراء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیاتنا انہ ھو السمیع البصیرہ۔

وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلّم) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد (کہ ملک شام ہے) ہم نے (دینی و دنیوی) برکتیں کر رکھی ہیں) دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں دنیوی برکت یہ کہ وہاں اشجار و انہار و پیداوار کی کثرت ہے غرض اُس مسجد اقصیٰ تک عجیب طور پر اس واسطے لے گیا تاکہ ہم اُن (بندہ) کو اپنی کچھ عجائبات قدرت دکھلاویں (جن میں بعض تو خود وہاں کے متعلق ہیں مثلاً اتنی بڑی مسافت مدت قصیرہ میں طے کرنا سب انبیاء علیہم السّلام کو دیکھنا اُن کی باتیں سننا وغیر ذالک اور بعض آگے کے متعلق ہیں مثلاً آسمانوں پر جانا اور عجائبات کثیرہ دیکھنا) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں (چونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو سنتے احوال کو دیکھتے تھے اس لئے اُن کو اس طرح مکرم و مقرب بنایا) ف اس مقام پر چند تنبیہات اور چند تحقیقات اور چند دفع اشکالات ہیں

تنبیہ اوّل۔ سبحان تنزیہ و تعجیب کے لئے مستعمل ہے چونکہ یہ لیجانا عجیب تھا اور عجیب ہونے کی وجہ سے قدرت عظیمہ پر دال ہے اس لئے اس سے شروع کرنا مناسب ہوا اور اسی لئے احقر نے ترجمہ میں لفظ عجیب طور پر کو ظاہر کر دیا اور یہ جانا براق پر تھا جیسا صحاح میں ہے جس کی برق رفتاری بھی عجیب تھی۔

تنبیہ دوم۔ اس مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لیجانے کو اسراء کہتے ہیں اور آگے آسمانوں پر جانے کو معراج کہتے ہیں اور گاہے دونوں لفظ مجموعہ پر اطلاق کئے جاتے ہیں۔

تنبیہ سوم۔ یہاں بعبدہ کہنے سے دو فائدے ہیں ایک تو اظہار آپ کے قرب و قبول کا دوسرے اس عجیب معجزہ کی وجہ سے کوئی آپ پر الوہیت کا شبہ نہ کر سکے۔

تنبیہ چہارم۔ ہر چند کہ اسریٰ رات ہی کے لئے چلنے کو کہتے ہیں لیکن لیلاً کی تصریح اِس لئے ہے تاکہ باعتبار عرف و محاورات کے تبعیض پر دال ہو اور زیادہ دلالت کرے قدرت پر کہ تھوڑی ہی رات میں اتنا دراز کام کر لیا گیا اور دلالت علی التبعیض کی تصریح عبد القاہر اور اُس کی توجیہ سیبویہ اور ابن مالک سے صاحب روح نے اس طرح نقل کی ہے۔

اللیل والنہار اذا عرفا کانا معیار اللتعمیم وظرفا محدودا بخلاف المنکر فلما عدل عن تعریفہ علمیات لم یقصد استغراق السری۔

تنبیہ پنجم۔ مسجد حرام کا اطلاق گاہے مطلق حرم پر بھی آتا ہے اور یہاں دونوں معنے صحیح ہو سکتے ہیں کیونکہ بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ اُس وقت حطیم میں تشریف رکھتے تھے۔ اور بعض میں آیا ہے کہ ام ہانی کے گھر میں تھے۔ پس آیت کو دونوں پر محمول کر سکتے ہیں اور وجہ تطبیق دونوں حدیثوں میں بہت سہل ہے کیونکہ ام ہانی کے گھر سے حطیم میں آجانا اور وہاں سے آگے جانا کوئی امر مستبعد نہیں۔

تنبیہ ششم۔ مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اقصیٰ کے معنی عربی میں ہیں بہت دور چونکہ وہ مسجد مکہ سے بہت دور ہے اس لئے اقصیٰ کہا گیا۔

تنبیہ ہفتم۔ ہر چند کہ عجائبات کا مشاہدہ بدون آپ کے لیجائے ہوئے بھی ممکن تھا لیکن اس میں اور اسی طرح رکوب میں اور زیادہ اکرام و اظہار شان ہے اس لئے آپ کو اس طرح لے گئے۔

تنبیہ ہشتم۔ رات کی تخصیص میں یہ حکمت لکھی ہے کہ عادۃً وہ وقت خلوت کا ہے اُس میں بلانا دلیل ہے زیادت اختصاص کی۔

تنبیہ نہم۔ یہاں مسجد اقصیٰ سے مراد صرف اُس مسجد کی زمین ہے کہ حقیقت میں مسجد اصالتاً زمین ہی ہوتی ہے اور عمارت تو تبعاً مسجد ہوتی ہے وجہ اس مراد لینے کی یہ ہے کہ یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

زمانے کے درمیان میں اُس کی عمارت منہدم کردی تھی چنانچہ عنقریب تفسیر آیات وقضینا الی بنی اسرائیل میں مذکور ہوگا اس لئے ظاہراً اس پر شبہ ہوتا ہے کہ مسجد اقصیٰ کا جب اُس وقت وجود ہی نہ تھا پھر وہاں تک لیجانے کے کیا معنی پس اس مراد کی تعیین سے وہ شبہ جاتا رہا اور اگر اُس حدیث پر شبہ ہو کہ کفار معترضین نے آپ سے بیت المقدس کی ہیئت وکیفیت دریافت کی تھی اس کے کیا معنی تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو منہدم عمارت کی ہیئت وکیفیت دریافت کرنا بھی ممکن ہے علاوہ اس کے اُس زمین کے قرب میں لوگوں نے کچھ عمارتیں بنام نہاد بیت المقدس کے بنائی تھیں اُس سے بھی سوال ممکن ہے۔

تنبیہ دہم۔ الذی بارکنا بطور مدح کے بڑھایا ہے اور اُس سے خود اُس مسجد کا مبارک ہونا بدرجہ اولیٰ مفہوم ہوگیا کیونکہ جب اُس کے آس پاس باوجود مسجد نہ ہونے کے برکت ہے تو خود اُس میں تو ضرور برکت ہوگی۔ کیونکہ آس پاس دو قسم کی برکتیں ہیں ایک دنیوی سو اُس سے تو دینی برکت ضرور زیادہ ہے اور دوسری دینی کہ مدفن انبیاء ہے سو دفن ہونا صرف تلبس جسم کا ہے اور قبلہ ہونا جیسا کہ اکثر انبیاء علیہم السّلام کا وہ قبلہ رہا ہے تلبس روح کا ہے اور یہ زیادہ موجب برکت ہوگا خصوص جب کہ وہاں ہی رہ کر عبادت کریں کہ جسم کا تلبس بھی ہو جاوے گا کیونکہ وہ قبلہ ہونے کے ساتھ اکثر انبیاء کا متعبد اور محل عبادت بھی رہا ہے۔ پس اس طرح خود اُس مسجد کے مبارک تر ہونے پر دلالت ہوگئی۔ پس بعض کتب میں جو لکھا ہے کہ موضع جسد شریف رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم عرش سے بھی افضل ہے اس کا فضیلت جزئی پر محمول کرنا مناسب ہے واللہ اعلم۔

تنبیہ یازدہم۔ لنریہ من آیاتنا میں آیات کا اطلاق جو کہ عُرفاً اعظم اور کمال پر دال ہوتا ہے اور آیات سماویہ خصوصاً جب کہ آسمانوں پر انبیاء بھی تھے جیسا احادیث معراج میں ہے آیات ارضیہ سے اعظم اور اکمل ہیں اس طرح یہ اطلاق مشیر ہے کہ مسجد اقصیٰ سے آگے بھی آپ کو لے گئے اسی لئے روح المعانی میں یوں تفسیر کی ہے (لنریہ من آیاتنا ای لنرفعہ الی السّماء حتی یری مایری من العجائب) مگر تصریح نہ کرنے میں شاید یہ نکتہ کہ وہ اور زیادہ عجیب ہے اور انکار اُس کا قریب ہے اور نص قطعی کا انکار کفر ہے پس تصریح نہ کرنا رحمت ہے ضعفاء کے ساتھ +

تنبیہ دوازدہم۔ من کا تبعیضیہ لینا اس وجہ سے ہے کہ واقع میں ایسا ہی ہوا تھا چنانچہ صحاح میں ہے کہ اسمع صریف الاقلام۔ کہ قلم کے چلنے کی آواز آتی تھی اور ظاہراً اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قلم نہیں دیکھے وعلی ہذا۔

تنبیہ سیزدہم۔ اسریٰ میں ضمیر غائب کی ہے اس سے شروع کیا گیا اور انہ ہو السمیع پر کہ اُس میں بھی ضمیر غائب کی ہے ختم کیا گیا اور درمیان میں ضمیر متکلم کہ دال تعظیم پر بھی ہے لائی گئی اس میں یہ نکات ہیں اوّل۔ تجدید کلام وتنشیط سامع دوم۔ برکات اور آیات اور ارادت کا عظیم ہونا سوم۔ اسریٰ کے بعد قرب کے زیادہ ہونے کی طرف اشارہ اور قرب کے وقت اصل تکلم ہے۔

تنبیہ چہاردہم۔ انہ ھو السمیع البصیر کے بڑھانے کا فائدہ علاوہ فائدہ مذکور فی المتن کے ایک یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مکذبین کو وعید ہے کہ ہم تمہاری تکذیب ومخالفت کو دیکھتے سُنتے ہیں خوب سزا دیں گے +

تنبیہ پانزدہم۔ لنریہ من اٰیاتنا کے بعد اس کا بڑھانا مشیر اس طرف ہے کہ گو رویت عجائبات کی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلّم کو ہوئی مگر علم میں ہمارے برابر نہیں ہوگئے کیونکہ اُن کو تو ہم نے دکھلایا اور ہم بالذات سمیع بصیر ہیں دوسرے اُنھوں نے بعض آیات کو دیکھا اور ہم علی الاطلاق سمیع بصیر ہیں۔ +

تحقیقات۔ تحقیق اوّل۔ یہاں مسجد اقصیٰ تک جانا مذکور ہے اندر جانا احادیث میں مصرح ہے کہ آپ اندر تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السّلام سے ملے اور آپ نماز میں اُن کے امام بنے۔

تحقیق دوم۔ آگے آسمانوں کی طرف جانا اس آیت میں مصرح نہیں ہے گو اُس کی طرف اشارہ ہے اور اس سے زیادہ صراحت کے قریب اشارہ سورہ والنجم میں ہے ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتھی یعنی آپ نے جبرئیل علیہ السّلام کو دوسری بار سدرۃ المنتھیٰ کے پاس دیکھا ہے اور پہلی بار کا دیکھنا اس کے قبل وھو بالافق الاعلیٰ میں مذکور ہوا ہے سو اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آپ سدرۃ المنتھیٰ تک پہنچے تھے کیونکہ عند متعلق راٰی کے ہے پس رویت عند السدرہ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ رائی اور مرئی دونوں سدرہ کے پاس ہوں گے۔ پھر حدیثوں میں

تو اس کی اس قدر تصریح ہے کہ مجال انکار ہی نہیں۔
تحقیق سوم۔ جمہور اہل سنت وجماعت کا مذہب یہ ہے کہ معراج بیداری میں جسد کے ساتھ ہوئی
اور دلیل اس کی اجماع ہے اور مستند اس اجماع کا یہ امور ہو سکتے ہیں۔
اوّل۔ حق تعالیٰ نے جس اہتمام سے قصہ اسرار کو بیان فرمایا ہے اُس سے اِس کا غایت
عجیب ہونا معلوم ہوتا ہے اگر یہ نوم میں یا روحانی طور پر ہوتی تو یہ کوئی عجیب بات نہیں۔
دوسری۔ بعبدہ سو ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حقیقی اور متبادر معنی جاری عبد فلاں کے یہی ہیں
کہ وہ بیداری میں دھڑ اور جان سمیت آیا پس عبد کا مصداق روح وجسد اور اُس محل کا صدق
مقید بالیقظہ ہوتا ہے الا ان یصرح علی خلاف ذالک۔
تیسری۔ اگر یہ خواب کی حالت میں یا روحانی طور پر ہوتی تو جس وقت کفار نے تکذیب کی تھی
یا بیت المقدس اور آپ نے قافلہ کے حالات پوچھے تھے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ بعضہا
فی الصحاح وبعضہا رواہ البیہقی وغیرہ کما فی الدر المنثور تو آپ اُس وقت بہت سہولت سے
جواب دیدیتے کہ میں بیداری میں اس کے ہونے کا کب مدعی ہوں جو تم ایسی باتیں کرتے ہو
اور بیت المقدس کی ہیئت وکیفیت بیان کرنے کے متعلق فکر میں نہ پڑتے جیسا حدیثوں میں ہے
کہ آپ کو فکر ہوئی حق تعالیٰ نے منکشف کر دیا اور آپ نے بتلا دیا۔ رواہ مسلم اور بعض کو آیت وما
جعلنا الرؤیا الخ سے شبہ ہوا ہے سو اوّل تو وہاں احتمال ہے کہ واقعہ بدر یا عمرہ مکہ کا خواب مراد ہو
جیسا بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں جن کا ذکر اجمالاً اذ یریکہم اللّٰہ فی منامک اور لقد
صدق اللّٰہ رسولہ الرؤیا میں آیا ہے اور اگر واقعہ معراج ہی مراد ہو تو رؤیا بمعنی رویت ہے
کیونکہ رائی کے دونوں مصدر ہیں مثل قربی اور قرابت کے یا بقول بعض شب کی رویت کو رؤیا کہتے
ہیں گو بیداری میں ہو یا تشبیہاً رؤیا کہدیا ہو اور وجہ تشبیہ کی عجائب کا دیکھنا ہے اور یا شب کے
وقت واقع ہونا کذا فی روح المعانی۔ اور بعض کو شریک کی حدیث سے جس کے آخیر میں
ثم استیقظت ہے شبہ پڑ گیا ہے سو چونکہ شریک محدثین کے نزدیک حافظ حدیث نہیں اور
دوسرے حفاظ کے خلاف کیا اس لئے وہ زیادت غیر مقبول ہے کذا فی روح المعانی یا محمول ہے
تعدد واقعہ پر کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ عروج روحانی آپ کو کئی بار ہوا ہے یعنی اس معراج سے

پہلے خواب میں عروج ہوا ہے جس کی حکمت یہ لکھی ہے کہ تدریجاً اس معراج اعظم کی استعداد اور برداشت ہو سکے اور بعض کو حضرت معاویہ رضہ و حضرت عائشہ رضہ کے اقوال سے شبہ ہو گیا ہی سو حضرت عائشہ رضہ تو اُس وقت تک آپ کے نکاح میں بھی نہ آئی تھیں اور حضرت معاویہ رضہ اُس وقت تک اسلام بھی نہ لائے تھے خدا جانے کسی سے سُنکر کہا ہے یا اجتہاداً کہا ہے یا کسی دوسرے واقعہ کی نسبت کہا ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال +

تحقیق چہارم۔ بیت المقدس تک جانے کا منکر کافر ہے اور ماوّل مبتدع ہے اور آگے جانے کا منکر اور ماوّل مبتدع ہے اور ہر چند کہ سورۂ نجم میں قریباً تصریح ہے لیکن عندمیں احتمال ہے کہ وہ راہ کے مفعول کا حال ہو اس لئے آپ کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے میں نص نہیں ہے +

تحقیق پنجم۔ اِس میں اختلاف ہے کہ حق تعالیٰ کو اُس شب میں آپ نے دیکھا یا نہیں اس میں سلف اور خلف سب کا اختلاف ہے اور روایات محتمل تاویل کو ہیں کیونکہ روایت مثبتۂ رویت میں احتمال ہے کہ رویت بالقلب مراد ہو اور نفی رؤیت سے کسی خاص رویت کی نفی مراد ہو مثلاً قیامت کے روز جنت میں جو انکشاف ہو گا یہ انکشاف اُس سے کم ہو گو رویت صادق آوے جیسے بے عینک دیکھنا بھی دیکھنا ہی اور عینک سے اور زیادہ انکشاف ہوتا ہی۔ غرض اس مسئلے میں توقف بہتر ہے

دفع اشکالات

دفع اشکال اوّل۔ بعض کو وسوسہ ہوا ہے کہ ابراہیم علیہ السّلام کے باب میں فرمایا ہے۔ نری ابراهیم ملکوت السموات والارض اور آپ کے لئے من تبعیضیہ کیوں فرمایا۔ جواب یہ ہے کہ ملکوت السموات والارض کل آیات تو نہیں ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بعض جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا گیا اُس بعض سے اعظم ہو۔

دفع اشکال دوم۔ بعض ظاہر پرست شبہ کرتے ہیں کہ خرق والتیام افلاک پر محال ہے۔ جواب یہ ہے کہ اُس دلیل کے سب مقدمات باطل ہیں جیسا اپنے محل میں مذکور ہے۔ +

دفع اشکال سوم۔ بعض کہتے ہیں کہ اس قدر سیر سریع کیونکر ممکن ہے جواب یہ ہے کہ بعض کواکب باوجود اس قدر عظیم ہونے کے نہایت سریع ہیں اور سرعۃ کی عقلاً کوئی حد نہیں ہے +

دفع اشکال چہارم - بعض کہتے ہیں کہ آسمان کے نیچے ہوا نہیں اور حرارت شدید ہے جسم عنصری سلامت نہیں رہ سکتا جواب یہ ہے کہ محال ممکن نہیں ہوتا لیکن مستبعد واقع ہو سکتا ہے۔

دفع اشکال پنجم - بعض کہتے ہیں کہ آسمان ہی موجود نہیں جواب یہ ہے ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

مِنَ القصیدة

سَرَیتَ مِنْ حَرَمٍ لَیلاً اِلٰی حَرَمٍ	کَمَا سَرَی البَدْرُ فِی دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ
آپ ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک (باوجودیکہ اُن میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے) ایسے (ظاہر و باہر و بتیر لو کمال نورانیت و ارتفاع کدورت کے ساتھ) تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے ۱۲ منہ	
وَبِتَّ تَرقیٰ اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنزِلَةً	مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَکْ وَلَمْ تُرَمِ
اور آپ نے بحالت ترقی رات گذاری اور یہاں تک ترقی فرمائی کہ ایسا قرب الٰہی حاصل کیا جس پر مقربان درگاہ خداوندی سے کوئی نہیں پہنچایا گیا تھا بلکہ اُس مرتبہ کا بسبب غایت رفعت کسی نے قصد بھی نہیں کیا تھا ۱۲ منہ	
وَقَدَّمَتْکَ جَمِیعُ الاَنْبِیَاءِ بِهَا	وَالرُّسْلِ تَقْدِیمَ مَخْدُومٍ عَلٰی خَدَمِ
اور آپ کو مسجد بیت المقدس میں تمام انبیا و رسل نے اپنا امام و پیشوا بنایا جیسا مخدوم خادموں کا امام و پیشوا ہوتا ہے ۱۲ منہ	
وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ	فِی مَوْکِبٍ کُنْتَ فِیهِ صَاحِبَ العَلَمِ
اور منجملہ آپ کی ترقیات کے یہ امر ہے کہ آپ سات آسمانوں کو طے کرتے جاتے تھے جو ایک دوسرے پر ہے اپنے لشکر ملائکہ میں (جو بلحاظ آپ کی عظمت و شان و تالیف قلب مبارک آپ کے ہمراہ تھا اور) جس کے سردار اور صاحب علم آپ ہی تھے ۱۲ منہ	
حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاوًا لِمُسْتَبِقٍ	مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِمُسْتَنِمِ
آپ رتبہ عالی کی طرف برابر ترقی کرتے رہے اور آسمانوں کو برابر طے کرتے رہے یہاں تک کہ جب	

ف الملقب بالبردہ ۱۲ منہ ف لم یقصد تفسیر القرآن و قصرہ علی بعض الاقوال ۱۲ منہ

آگے بڑھنے والے کی قرب و منزلت کی نہایت نرہی اور کسی طالب رفعت کے واسطے کوئی موقع ترقی کا نہ ہا تو ۱۲۔

خَفَضتَ کُلَّ مَکَانٍ بِالْاِضَافَۃِ اِذْ ۔۔۔ نُوْدِیْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

جس وقت آپ کی ترقیات نہایت درجہ کو پہنچ گئیں تو آپ نے ہر مقام انبیاء کو یا ہر صاحب مقام کو بہ نسبت اپنے مرتبہ کے جو خداوند تعالیٰ سے عنایت ہوا پست کر دیا جب کہ آپ آؤمن کہکر واسطے ترقی مرتبہ کے مثل یکتا اور نامور شخص کے پکارے گئے ۱۲۔منہ

کَیْمَا تَفُوزَ بِوَصْلٍ اَیِّ مُسْتَتِرٍ ۔۔۔ عَنِ الْعُیُوْنِ وَسِرٍّ اَیِّ مُکْتَتِمِ

یہ ندا یا محمدؐ کی اس لئے تھی) تاکہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو نہایت درجہ آنکھوں سے پوشیدہ تھا (اور کوئی مخلوق اُس کو دیکھ نہیں سکتی) اور تاکہ آپ کامیاب ہوں اُس اچھے بھید سے جو غایۃ مرتبہ پوشیدہ ہے ۱۲ عطر الوردہ۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
ولنختم الکلام علی وتعۃ الاسراء
بالصلوۃ علی سید اہل الاصطفاء
والہ واصحابہ اہل الاجتباء
مادامت الارض والسماء

مناجات مقبول
مع قربات عند اللہ وصلوات الرسول

یہ ظاہر ہے کہ خدا الی تقرب و نزدیکی و مقبولیت عند اللہ کا ذریعہ صرف ادعیہ ماثورہ و مناجاۃ بدرگاہ قاضی الحاجات ہے اور اس میں وہ دعائیں جو خود قرآن پاک و احادیث صحیحہ میں وارد ہیں جس قدر قبولیت کا درجہ رکھتی ہوں گی وہ ظاہر ہے حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی مرتب کردہ مناجات مقبول محتاج تعارف نہیں جس میں حضرت مؤلف دام فیوضہم نے تمام قرآن پاک و احادیث صحیحہ میں وارد شدہ دعاؤں کو جمع فرما کر ہفتہ کے ہر دن کے لئے علیحدہ علیحدہ منزلوں میں تقسیم فرما دیا ہے اور جس کا اُردو ترجمہ منظوم بھی نہایت ہی مؤثر پیرایہ میں کر دیا گیا ہے اس مناجات مقبول کی مداومت تمام اوراد و وظائف و مشاغل سے بہتر و مؤثر ثابت ہوئی ہے اب تک بہت سی جگہ مناجات مقبول طبع ہو چکی ہے لیکن ہم نے جس خاص اہتمام سے نہایت اعلیٰ کتابت و عمدہ طباعت اور نفیس کاغذ کے ساتھ اس کو بہت سے جدید اضافات کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس سے پہلے کبھی یہ مناجات ان خصوصیات کے ساتھ شائع نہ ہوئی تھی اور قیمت وہی حسب سابق ہونا مزید براں ہے۔ قیمت مجلد اعلیٰ خوشنما ایک روپیہ (عہ) غیر مجلد بارہ آنہ (۱۲)

ہر قسم کی عمدہ اور سستی کتب ملنے کا پتہ مولوی سید احمد مدیر کتبخانہ اعزازیہ دیوبند

ضمیمۂ موعودۂ خطبہ

ملقب بہ

تبصیر الزجاج لتنویر السراج

بعد حمد و صلوٰۃ احقر اشرف علی عرض رسا ہے کہ اس ضمیمہ میں تین مضمون ہیں ایک تفسیر بعض آیات متعلقہ معراج کی ہے جو سورہ والنجم میں واقع ہیں احقر کی تفسیر بیان القرآن سے جیسے آیات اسراء کی تفسیر اصل رسالہ میں ہے اور مقصود اس سے چند فوائد ہیں جو اسی سلسلہ میں مذکور ہوں گے جس میں کچھ مضمون مثنوی شریف کا ہوگا جو نہایت عجیب ولطیف ہے۔ دوسرا مضمون منہج طریقت پر معراج کی حقیقت بطرز بدیع وغریب احقر کے وعظ الوضع والرفع سے تیسرا مضمون ایک قصیدہ عربیہ بلیغہ مشتملہ پر واقعات صحیحہ معراج موئدہ بالآیات مشیدہ بالروایات منظومہ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب دام فیضہ صدر مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند دام فیضہما مع ترجمہ اردو منقولہ از القاسم اس قصیدہ کے اضافہ سے اس ضمیمہ میں اور اصل رسالہ تنویر میں اور اس اصل کی اصل یعنی نشر الطیب میں اس التزام میں بھی توافق ہوگیا کہ سب کو اشعار عربیہ پر ختم کیا گیا ہے ہر مضمون ایک ایک فصل میں ہے اور چونکہ اس ضمیمہ سے اصل رسالہ کے مضامین کی بصیرت زائد ہوگئی جیسے زجاج موجب زیادت تبصیر سراج ہوجاتا ہے اس لئے اس کا لقب تبصیر الزجاج[1] لتنویر السراج رکھا جاتا ہے۔ آخر ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ۔

فصل اول

در تحقیق نبوت قصداً و مباحث رویۃ جبرئیل علیہ السلام تبعاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ○ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ج وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ط إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ
يُوحَىٰ ○ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ لا ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ لا وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ط ثُمَّ دَنَا

[1] بالاضافۃ الی الفاعل ۱۲ منہ

فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

قسم ہے (مطلق[1]) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے (یعنی کوئی ستارہ ہو) اور اس قسم میں نظیر ہے مضمون جواب قسم ماضل وماغوی کی یعنی جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک اس تمام تر مسافت میں اپنی باقاعدہ رفتار سے اِدھر اُدھر نہیں ہوا اسی طرح آپ اپنی عمر بھر ضلال وغوایت سے محفوظ ہیں اور اس سے اذا ہوی کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی اور گو غروب سے طلوع تک بھی نجم کے لئے یہ ہی حکم ثابت ہے لیکن وہ مرئی نہیں اور طلوع سے غروب تک محسوس ہے۔ اور نیز اشارہ ہے اس طرف کہ جیسے نجم سے اہتدا ہوتا ہے اسی طرح آپ سے بھی بوجہ عدم ضلال وعدم غوایت کے اہتدا ہوتا ہے اور چونکہ وسط سماء میں ہونے کے وقت سمت کا اندازہ نہیں ہوتا اور اس وجہ سے اس سے اہتدا نہیں ہوتا اس لئے اس میں قید لگائی قرب من الافق کی اور گو قرب من الافق طلوع کے وقت بھی ہوتا ہے لیکن غروب میں یہ بات زیادہ ہے،

ملحقات الترجمہ۔ قولہ[1] فی والنجم مطلق اشارۃ الی ان المراد الجنس ۱۲ منہ

اللغات۔ ہوی سقط وغائب قولہ مرۃ فی القاموس قوۃ الخلق وشدتہ فاستوی فاستقام علی صورۃ نفسہ الحقیقیۃ کذا فی المدارک الافق الطرف وفی اصطلاح اہل الہیئۃ دائرۃ خاصۃ۔ فتدلیٰ فزاد فی القرب والتدلی ہو النزول بقرب الشی کذا فی المدارک قولہ قاب قوسین فی المدارک مقدار قوسین فی الانتصاف قال بعضہم انہ کنایۃ لان الحلیفین فی عرف العرب اذا تحالفا علی الوفاء والصفاء الصقا وتری قوسیہا۔ قولہ نزلۃ مرۃ کذا فی الروح النحو قولہ ان ہو ای منطوقہ المدلول علیہ لقولہ تعالیٰ وماینطق قولہ شدید القوی صفۃ لموصوف مقدر ای ملک قولہ فکان قاب الخ اسم کان الضمیر الراجع بقرینۃ المقام الی البعد الذی بینہما قولہ الکبریٰ صفۃ للآیات المصدرۃ ای لقد رای من آیات ربہ الآیات الکبرے ۱۲

البلاغۃ۔ قولہ صاحبکم ایرادہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بہذا العنوان للایذان بوقوفہم علی تفاصیل احوالہ الشریفہ ۱۲۔ قاب قوسین قال بعضہم فیہ قلب ای قابی قوس واحدۃ والقاب کما فی القاموس ما بین المقبض والسیۃ بالکسر ما عطف من طرفیہا ۱۲

کہ اس وقت طالبان اہتدار اُس کو غنیمت سمجھتے ہیں اس خیال سے کہ اگر استدلال میں ذرا توقف کیا پھر غائب ہو جاوے گا بخلاف طلوع کے کہ اُس میں بےفکری رہتی ہے۔ پس اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت حاصل کر لینے کو غنیمت سمجھو اور شوق سے دوڑو۔ آگے جواب قسم ہے کہ) یہ تمہارے (ہمہ وقت) ساتھ (اور سامنے) کے رہنے والے (پیغمبر جن کے تمام احوال وافعال تم کو معلوم ہیں جن سے بشرط انصاف اُن کی راستی پر استدلال کر سکتے ہو یہ پیغمبر) نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط رستے ہو لئے (ضلال یہ کہ بالکل رستہ بھول کر کھڑا رہ جاوے اور غوایت یہ کہ غیر راہ کو راہ سمجھ کر چلتا رہے کذا فی الخازن یعنی جیسے تم ان کو دعویٰ نبوت و دعوت الی الاسلام میں بے راہ سمجھتے ہو یہ بات نہیں ہے بلکہ آپ نبی برحق ہیں) اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں (جیسا تم لوگ کہتے ہو افتراہ بلکہ) انکا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے (خواہ الفاظ کی بھی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے اور خواہ وحی جزئی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی وحی ہو جس سے اجتہاد فرماتے ہوں۔ پس اس سے نفی اجتہاد کی نہیں ہوتی اور اصل مقصود مقام کا نفی ہے زعم کفار کی یعنی خدا کی طرف غلط بات کی نسبت نہیں فرماتے آگے وحی آنے کا واسطہ بتلاتے ہیں کہ) ان کو ایک فرشتہ (اس وحی کی منجانب اللہ) تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے (اور اکتساب سے طاقتور نہیں بلکہ) پیدائشی طاقتور ہے (جیسا ایک روایت میں خود جبریل علیہ السلام نے اپنی طاقت کا بیان فرمایا کہ میں نے قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر آسمان کے قریب اُس کو لیجا کر چھوڑ دیا رواہ فی تفسیر سورۃ التکویر من الدر المنثور۔ مطلب یہ کہ یہ کلام کسی شیطان کے ذریعہ سے آپ تک نہیں پہنچا کہ کاہن ہونے کا احتمال ہو بلکہ فرشتہ کے ذریعہ سے آیا ہے۔ اور شاید شدید القویٰ کے ساتھ موصوف فرمانے میں یہ مقصود ہو کہ اس کا احتمال بھی نہ کیا جاوے کہ شاید اصل میں فرشتہ ہی لے کر چلا ہو مگر درمیان میں کوئی شیطانی تصرف ہو گیا ہو پس اس میں اشارہ ہو گیا جواب کی طرف کہ وہ نہایت شدید القویٰ ہیں شیطان کی مجال نہیں کہ ان کے پاس پھٹک سکے پھر ختم وحی کے بعد خود حق تعالیٰ نے اس کے بعینہ ادا کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ آگے اس شبہ کا جواب ہے کہ اس وحی لانے والے کا فرشتہ اور جبریل ہونا تو اس وقت معلوم ہو سکتا ہے

جب آپ اُن کو پہچانتے ہوں اور پوری صحیح پہچان موقوف ہے اصلی صورت دیکھنے پر تو کیا آپ نے جبریل علیہ السّلام کو اُن کی اصلی صورت پر دیکھا ہے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ ہاں یہ بھی ہوا ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ چند بار تو دوسری صورت میں دیکھا گو یہ دوسری صورت بھی ایسی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں جو مشخصات اصلیہ تھے اور جو عارضہ تھے علم ضروری سے اِن میں آپ کو تمایز عنایت فرما دیا جس پر یہ دلیل عقلی دال ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلفین کو تلبیس سے محفوظ رکھتا ہے اور اس تمایز نہ ہونے پر یہ تلبیس جماہیر امت کی مرتب ہوتی اس لئے تمایز عطا فرما دیا گو صورت اصلی نہ تھی) پھر (ایک بار ایسا بھی ہوا کہ) وہ فرشتہ (اپنی) اصلی صورت پر (آپ کے روبرو) نمودار ہوا ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا (ایک روایت میں افق شرقی سے تفسیر آئی ہے کما فی الدر المنثور اور افق میں دکھلائی دینے کی غالباً یہ حکمت ہے کہ وسط سما میں دیکھنا خالی از مشقت و تکلف نہیں۔ اور اعلیٰ میں غالباً یہ حکمت ہے کہ بالکل افق پر بھی پوری چیز نظر نہیں آتی اس لئے ذرا اونچے پر نظر آئے اور اس دیکھنے کا قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے درخواست کی کہ مجھ کو اپنی اصلی صورت دکھلاؤ اُنہوں نے حراء کے پاس اور حسب روایت ترمذی جیاد میں وعدہ ٹھہرایا آپ وہاں تشریف لیگئے تو اُن کو افق مشرقی میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں اور اس قدر پھیلے ہوئے ہیں کہ افق غربی تک گھیر رکھا ہے آپ بیہوش ہو کر گر پڑے اُس وقت جبریل علیہ السّلام بصورت بشریہ ہو کر آپ کے پاس تسکین کے لئے اُتر آئے جس کا آگے ذکر ہے۔ کذا فی الجلالین حاصل یہ کہ وہ فرشتہ اوّل صورت اصلیہ میں افق اعلیٰ پر نمودار ہوا) پھر (آپ جب بیہوش ہو گئے تو) وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو (قرب کی وجہ سے کہ مدلول دنیٰ کا ہے) دو کمانوں کی برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ (غایت قرب کی وجہ سے کہ مدلول تدلّی کا ہے) اور بھی کم (فاصلہ رہ گیا مطلب دو کمانوں کا یہ ہے کہ عرب کی عادت تھی کہ جب دو شخص باہم غایت درجہ کا اتفاق و اتحاد کرنا چاہتے تھے تو دونوں اپنی اپنی کمانیں لے کر ان کے چلّے یعنی تانت کو باہم ملاصق کر دیتے اور ملاصقت میں بھی بعض اجزاء کے اعتبار سے کچھ فصل ضروری رہتا ہے پس اس محاورہ کی وجہ سے یہ کنایہ ہو گیا قرب و اتحاد سے اور چونکہ یہ محض اتفاق صوری ہی کی علامت تھی تو اگر

روحانی وقلبی اتفاق بھی ہو تو وہاں اوادنیٰ بھی صادق آسکتا ہے پس اوادنی کے بڑھا دینے میں اشارہ ہوگیا کہ مجاورت صوریہ کے علاوہ آپ میں اور جبرئیل علیہ السّلام میں روحانی مناسبت بھی تھی جو مدار اعظم ہے معرفت تامہ اور حفظ صورت مدرکہ اور تمایز بین التشخصات الاصلیۃ والعارضیۃ کا غرض یہ کہ اُن کی تسکین سے آپ کو تسکین ہوئی اور افاقہ ہوا) پھر (افاقہ کے بعد) اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کے ذریعہ سے) اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمانا تھی (جس کی تعیین بالتخصیص معلوم نہیں اور نہ معلوم ہونے کی حاجت اور کیا عجب ہے کہ معرفت جبرئیلیہ کے متعلق کچھ وحی ہویا اور کچھ ہو اور شاید اس وقت بھی وحی نازل فرمانا باوجودیکہ اصل مقصود اس وقت زیادہ معرفت کے لئے صورت اصلیہ جبرئیلیہ کا دکھانا ہے اس لئے ہو کہ یہ معرفت میں اور زیادہ معین ہو کیونکہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت کی وحی کو جو بوجہ ظہور صورت اصلیہ کے بالقطع بتوسط جبرئیل علیہ السّلام ہے اور دوسرے اوقات کی وحی کو جو بواسطہ صورت بشریہ ہے ایک شان پر دیکھیں گے تو مزید علی مزید یقین میں قوت ہوگی کہ دونوں حالتوں میں واسطہ وحی حقیقت واحدہ ہے جیساکہ کسی شخص کے نغمہ اور طرز کلام سے خوب آگاہ ہوں تو اگر کبھی وہ بہ تبدیل صورت بھی بولتا ہے تو صاف پہچانا جاتا ہے آگے اس دیکھنے کے متعلق ایک شبہ کا جواب ہے وہ شبہ یہ ہے کہ رویت صورت اصلیہ جو مدار ہے معرفت تامہ کا اور جس کا اوپر اثبات کیا گیا ہے وہ مطلق رویت نہیں بلکہ رویت صحیحہ ہے اور اس کا مدار ہے اصل مدرکہ یعنی قلب کے خطائی الادراک سے محفوظ ہونے پر ورنہ اگر اسی کے ادراک میں خطا ہے تو حواس جو کہ جواسیس قلب ہیں ان میں بھی خطا ہوگی چنانچہ اسی بنار پر احساسات میں غلطی ہونا مشاہدہ کیا جاتا ہے مجنون باوجود سلامت حس کے بعض اوقات پہچانے ہوئے لوگوں کو دوسرا شخص بتلانے لگتا ہے پس ایا یہ رویت رویت صحیحہ تھی یا نہیں۔ آگے اس شبہ کا جواب ہے یعنی وہ رویت صحیحہ تھی کہ اس دیکھنے کے وقت) قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں[1] غلطی نہیں کی (رہا یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ قلب نے غلطی نہیں کی سو بات یہ ہے کہ اگر مطلقاً ایسے احتمالات قابل التفات ہوا کریں تو حس سے بالکل امان ہی مرتفع ہو جاوے وہو باطل بلکہ ان احتمالات کے لئے کوئی منشا معتدبہ ہونا ضرور ہے چنانچہ احتمال خطائے عقلی کا منشا یہ ہونا چاہئے کہ وہ ادراک کرنے والا مختل العقل ہو اور حضور صلی اللہ

[1] قولہ فی ماکذب الفواد ما رأی چیز میں لما فی الخازن فیما رأی ۱۲

علیہ وسلّم کا صحیح العقل فطین ذکی صاحب فراست ہونا مشاہد اور ظاہر تھا چونکہ باوجود اس اثباتِ بلیغ کے پھر بھی معاندین جدال وخلاف سے باز نہ آتے تھے اس لئے آگے بطور توبیخ وتعجب کے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم نے ایسے شافی کافی بیان سے معرفت ورویت کا ثبوت سُن لیا) تو کیا ان (پیغمبر) سے اُن کی دیکھی (بھالی) ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو (یعنی مدرکات میں اَسلم عن الخطا حسیات ہیں تو غضب کی بات ہے کہ حسیات میں اختلاف کرتے ہو کہ جن میں احتمالات خطا بھی مرتفع ہوگئے پھر یوں تو تمہارے حسیات میں بھی ہزاروں خدشے نکل سکتے ہیں) اور اگر یہ مُہمل خدشہ ہو کہ جس چیز کو ایک ہی بار دیکھا ہو تو اس کی پہچان کیسے ہوسکتی ہے البتہ مکرر دیکھنے میں جب ہر بار ایک ہی سی چیز دیکھی جاوے اُس وقت شناخت ہوسکتی ہے کہ یہ وہی چیز ہے جو پہلی بار دیکھی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ بات غلط ہے کیونکہ بعض اوقات کسی چیز کا ایسا پورا پتہ معلوم ہوتا ہے کہ دیکھتے ہی فوراً پہچان ہوجاتی ہے دوسرے اول بار میں پہچاننا ضروری نہیں کہ کسی کے اعلام یا کسی امارات واعلام کی احتیاج نہ ہو جیسا دوسری تیسری بار میں ہوتا ہے بلکہ بایں معنےٰ معرفت حاصل ہوجاتی ہے کہ کسی صادق کے بتلانے سے یا قرائن وعلامات کے مجتمع ہونے سے اس کا علم ہوجائے اور پھر اس کی صورت ذہن میں محفوظ ومخزون رہے کہ بار دگر محض انطباق صورت سے پہچان لیں پس ممکن ہے کہ آپ کو علم ضروری یا استدلالی کے طور پر جس کے مقدمات کی تعیین ہم نہیں کرسکتے یا اس وجہ سے کہ کئی بار آپ کو معائنہ صورت غیر اصلیہ کا ہوچکا تھا اور مشخصات اصلیہ کا آپ کے ذہن نے اخذ کرلیا تھا غرض کسی طرح سے جبرئیل علیہ السّلام کا پورا پتہ معلوم ہوا اور اس سے پہچان ہوگئی ہو یا اس وقت اعلام الٰہی سے آپ کو یقین ہوگیا ہو پس دو وجہ سے یہ خدشہ باطل ہے تیسری علی سبیل التنزل اگر شناخت کے لئے تکرار مشاہدہ ہی کی ضرورت ہے تو) انہوں نے (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے (پس اب تو وہ توہم بھی مدفوع ہوگیا تطابق صورتین سے پوری تعیین ہوگئی کہ ہاں جبرئیل ہی ہیں۔ آگے اس دیکھنے کی جگہ بتلاتے ہیں کہ کہاں دیکھا یعنی شب معراج میں دیکھا ہے) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس (سدرہ کہتے ہیں بیری کے درخت کو اور منتہیٰ کے معنی ہیں انتہا کی جگہ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ ایک درخت ہے بیری کا ساتویں آسمان میں عالم بالا سے جو احکام وارزاق وغیرہ آتے ہیں وہ اوّل سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر

وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں اسی طرح سے جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ بھی سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھائے جاتے ہیں دُنیا میں اُس کی مثال ڈاکخانہ کی سی سمجھئے کہ آمد و برآمد خطوط کی وہاں سے ہوتی ہے اور شاید اس تقیید میں اشارہ ہو تقویت اصالت صورت مرئیہ کی طرف کیونکہ فرشتوں کا اصل مسکن آسمان ہے اور عادۃً مقعارفہ ہے کہ مسکن سے دور ہو کر تو کبھی اصلی صورت تبدیل وضع وغیرہ سے کسی قدر بدل بھی جاتی ہے لیکن اپنے اصل مسکن میں بالکل اصلی ہیئت پر استقرار ہوتا ہے پس اصالت صورت کی زیادہ تقویت ہوگئی اور عند سدرۃ المنتہیٰ میں تو مکان رویت بتلایا گیا تھا آگے اس مکان کا شرف بتلاتے ہیں کہ اس (سدرۃ المنتہیٰ) کے قریب جنت الماویٰ ہے (ماوی کے معنی رہنے کی جگہ چونکہ جنت نیک بندوں کی رہنے کی جگہ ہے اس لئے جنت الماویٰ کہتے ہیں۔ حاصل یہ کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ ایسے ممتاز موقع پر ہے اس میں اشارہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے مقام پر پہنچنا دلیل ہے آپ کے معزز و مکرم ہونے پر اور قاعدہ ہے کہ ایسے مہمان عزیز سے سامان اکرام کا اخفا نہیں کیا جاتا اور جبریل علیہ السلام کی معیت آپ کے ساتھ اکرام کے لئے تھی پس اُن کی صورت اصلیہ میں احتجاب کا اصلا احتمال نہیں۔ پس اس سے بھی تاکید ہوگئی۔ مرئی کے انکشاف و انجلاء تام کی طرف جس سے رویت کا تعلق زیادہ تام ہوگا اب بعد تعیین مکان رویت کے رویت کا زمانہ بتلاتے ہیں کہ رویت کب ہوئی۔ پس فرماتے ہیں) کہ جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں (ایک روایت میں ہے کہ سونے کے پروانے تھے یعنی صورت ایسی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ فرشتے تھے یعنی حقیقت ان کی یہ تھی اور ایک روایت میں ہے کہ ملائکہ نے حق تعالےٰ سے اجازت چاہی تھی کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں ان کو اجازت ہوگئی وہ اس سدرہ پر جمع ہوگئے تھے الروایات کلہا فی الدر المنثور اس میں بھی اشارہ ہوسکتا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم معزز و مکرم ہونے کی طرف اور باقی وہی تقریر ہے جو تقیید سابق بیان کی گئی اب ایک احتمال یہ ہوسکتا ہے کہ ایسی حیرت انگیز چیزیں دیکھ کر نگاہ چکرا جاتی ہے پورا ادراک پر قدرت نہیں رہتی۔ پس ایسی حالت میں جبریل علیہ السلام کی صورت کا کیا ادراک ہوا ہوگا جب یہ ادراک ثانی معتبر نہ ہوا تو پھر اس خدشہ مذکورہ جو جواب لقد رآہ نزلۃ اخریٰ سے دیا گیا ہے

وہ کافی نہ ہوا۔ اس احتمال کے دفعہ کے لئے فرماتے ہیں کہ آپ ان عجائب کو دیکھکر ذرا نہیں چونکے اور اصلا متحیر نہیں ہوئے چنانچہ جن چیزوں کی رویت کا حکم تھا ان کی طرف نظر کرنے سے آپ کی) نگاہ نہ تو ہٹی (بلکہ ان چیزوں کو خوب دیکھا) اور (جن چیزوں کے دیکھنے کا حکم جب تک نہ ہوا نہ (اُن کی طرف دیکھنے کو آپ کی نگاہ) بڑھی (یعنی قبل اذن نہیں دیکھا۔ کذا فی المدارک۔ فی الفرق بین زاغ وطغی یہ دلیل ہے آپ کے غایت استقلال کی کیونکہ عجیب چیزوں سے حیرت میں آکر آدمی یہ ہی دو حرکتیں کیا کرتا ہے۔ جن چیزوں کے دیکھنے کو کہا جاتا ہے اُن کو تو دیکھتا نہیں اور جن کے لئے نہیں کہا گیا اُن کو تکتا ہے غرض اس میں انضباط نہیں ہوتا۔ آگے آپ کے استقلال کی وسعت بیان کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ) اُنہوں نے (یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے) اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے (مگر ہر چیز کے دیکھنے میں آپ کی یہ ہی شان رہی مازاغ البصر وماطغیٰ وہ عجائبات احادیث معراج میں آئے ہیں انبیا علیہم السّلام کو دیکھنا ارواح کو دیکھنا۔ جنت وغیرہ کو دیکھنا پس ثابت ہوا کہ آپ میں غایت استقلال ہے پس حیرت کا احتمال نہیں پس خدشہ کا جو جواب لقد راٰہ نزلۃ اخریٰ میں مذکور تھا وہ سالم رہا۔ غرض تمام تر تقریر سے رویت ومعرفت جبرئیلیہ کے متعلق شبہات مندفع ہوکر امر رسالت مقررہ ومحقق ہوگیا جو کہ مقصود مقام تھا۔ رہا یہ کہ یہ سب اس وقت کافی ہے کہ جب کوئی شخص دعوی رویت کو مان لے پس اس کی کیا دلیل ہے جواب یہ ہے کہ اس کی دلیل آپ کے خوارق ہیں جن میں اعظم قرآن ہے جن سے آپ کا صدق متیقن ہے ورنہ ایسا خدشہ تو ہر مدعی رویت شی من الاشیاء پر ہوسکتا ہے۔ رہا یہ کہ جبرئیل علیہ السّلام غیر اصلی صورت میں آتے تھے اُس وقت کیسے پہچان لیتے تھے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو قبل رویت صورت اصلیہ کے بھی آپ کو خاص طریقہ سے اُس کی معرفت حاصل تھی جس کی تقریر فاستوی کی تفسیر سے پہلے گذر چکی اور بعد صورت اصلیہ دیکھنے کے تو اور زیادہ معرفت ہوگئی اور راز اس کا یہ ہے کہ فرشتے کا صورت بدل لینا ایسا ہے جیسا انسان لباس بدل لیتا ہے تو جو شخص حقیقت کا ادراک کرلیتا ہے تبدیل لباس اُس کے لئے مانع ادراک ومعرفت نہیں ہوتا۔ رہا یہ کہ جب اوّل بار آپ بیہوش ہوگئے تھے تو اُس وقت تو حیرت ہوگئی اور جس شبہ کے جواب میں مازاغ فرمایا ہے وہ

شبہ اس رویت اولیٰ میں ہو جاوے گا جواب یہ ہے کہ مطلق مغلوبیت مانع ادراک نہیں بلکہ جو مغلوبیت قبل ادراک ہو وہ مانع ہے اور جو مغلوبیت بعد الادراک ہو وہ مانع نہیں چنانچہ کوئی قوی البصر آفتاب پر خوب نظر جما کر دیر تک دیکھے تو گو آخیر میں اُس کی آنکھیں کام نہ دیں گی لیکن اس کام نہ دینے سے پہلے وہ اس کے قرص اور اشعہ کا خوب ادراک کر چکا ہے پس ممکن ہے کہ آپ کی بیہوشی ادراک سے زماناً متاخر ہو پس ادراک کا وقوع ہو جاوے گا بخلاف تجلی ربانی سے موسیٰ علیہ السلام کا بیہوش ہو جانا کہ وہاں غشی موسوی تجلی ربانی سے صرف ذاتاً متاخر تھی اور زماناً دونوں مقترن تھے پس ادراک تجلی کا لازم نہیں آتا یہ شبہ تجلی موسوی کا ایک فاضل نے کلمۂ لما کی وجہ سے مجھ پر کیا تھا کہ وہ موضوع ہے ترتب کے لئے کہ مستلزم ہے تاخر کو۔ اور یہ تفاوت بیہوشی و ہوش کا بوجہ اس کے ہے کہ بشر ناسوت میں تحمل کم رکھتا ہے اور ملکوت میں زیادہ) ف اور ان آیات کی تفسیر بعض مفسرین نے رویت آلہیہ کے ساتھ کی ہے مگر مسلم میں حضرت عائشہ کی روایت سے رویت جبرئیلیہ کے ساتھ تفسیر ان آیات کی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ واذا جاء نہر اللہ بطل نہر معقل اور حدیث شریک مروی بخاری سے جو شبہ پڑتا ہے کہ یہ آیات محمول ہوں قرب وتدلی حق تعالیٰ پر سو نووی نے نقل کیا ہے کہ شریک حافظ نہیں انتہی التفسیر۔

بعض الفوائد متعلقہ برویۃ جبرئیل علیہ السلام المذکورۃ فی الآیات

فائدہ اولیٰ جبرئیل علیہ السلام چونکہ واسطہ فی الوحی ہیں اُن کی معرفت اور رویت میں جو شبہات ہو سکتے تھے جن کا اثر ثبوت وصحت وحی پر واقع ہوتا اُس کا اندفاع بابلغ وجوہ ان آیات میں فرما دیا گیا جیسے کہ تقریر تفسیر سے واضح ہو چکا۔

فائدہ ثانیہ۔ آیت فاستوی کی تفسیر سے اور اُس تفسیر کے ذیل میں جو حدیث مذکور ہے اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رویت جبرئیل سے بیہوش ہو گئے تھے اس پر تین سوال ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ آپ اکمل ہو کر کامل سے کیسے متاثر ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ جب سدرۃ المنتہیٰ کے قریب اُن کو دیکھا اُس وقت بیہوش کیوں نہیں ہوئے جیسے مازاغ البصر وماطغیٰ سے معلوم ہوتا ہے۔ تیسرے جب آپ رویت جبرئیلیہ کی تاب نہ لا سکے تو تجلی حق کے کیسے متحمل ہوئے

ہوں گے اِن سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ رویتہ جبرئیلیہ اولیٰ عالم ناسوت میں ہوئی تھی اور اس عالم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار جسد کے آثار روح پر غالب ہیں چنانچہ آپ کو بھوک لگتی تھی پیاس لگتی تھی آپ بیمار ہوتے تھے اور جسد انوار ملکوتیہ کا تحمل نہیں کر سکتا اور رویتہ جبرئیلیہ ثانیہ اور رویتہ حق تعالیٰ اُس عالم میں واقع ہوئی اور اُس عالم میں آپ پر آثار روح کے غالب ہیں اور اُن آثار میں آپ حضرت جبریل علیہ السّلام سے بھی اکمل ہیں اس لئے آپ اُن انوار کے متحمل ہوگئے کہ جبریل علیہ السّلام بھی متحمل نہ ہوسکتے تھے۔ (یہ ہی وجہ ہے کہ جبریل علیہ السّلام نے اپنے خاص مقام سے آگے بڑھنے سے عذر فرمایا کہ اگر آگے بڑھوں تو جلجاؤں جیسا اصل رسالہ کے واقعہ بستم میں مذکور ہوا) حتیٰ کہ تجلی حق کے بھی متحمل ہوگئے تو رویت جبرئیلیہ کا تحمل تو کیا مشکل تھا مولانا رومی نے مثنوی آخیر دفتر چہارم میں اس مضمون کو خوب ادا فرمایا ہے جس کو مع کلید مثنوی کے بقدر ضرورت نقل کرتا ہوں ؎

مُصطفٰے می گفت پیش جبرئیل ؎ کہ چنانچہ صورتِ تست اے جلیل
مر مرا بنمائے محسوس آشکار ؎ تا بہ بینم من ترا نظارہ وار ؎
گفت نتوانی وطاقت نبودت ؎ حس ضعیف ست وتنک سخت آیدت
گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد ؎ تا چہ حد حس نازک ست و بے مدد
چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے ؎ ہیبتے کہ شود زاں مندسکے ؎
شہپرے بگرفتہ شرق وغرب را ؎ از مہابت گشتہ بیہش مُصطفٰے ؎
چوں نہیم و ترس بیہوشش بدید ؎ جبرئیل آمد در آغوشش کشید ؎
اندر احمد آں حسے کہ غار بست ؎ خفتہ ایندم زیر خاکِ یثرب ست
واں عظیم الخلق او کو صفدر ست ؎ بے تغیر مقعد صدق اندر ست ؎
قابل تغیر اوصاف تن ست ؎ روح باقی آفتاب روشن ست
اوست بے تغیر لاشرقیہ ؎ بے ز تبدیلی کہ لاغربیۃ
آفتاب از ذرہ گے مدہوش شد ؎ شمع از پروانہ کے بیہوش شد
جسم احمد را تعلق بُد بداں ؎ آں تغیر آں تنِ باشد بداں

ہمچو رنجوری وہمچوں خواب و درد ٭
چوں نتانم در بگویم وصف جاں
نقش احمد زاں نظر بیہوش گشت
مہ ہمہ کف ست معطی نور پاش
احمد ار بکشاید آں پر جلیل ٭
چوں گذشت احمد ز سدرہ مرصدش
گفت اورا ہیں بپر اندر پیم ٭
باز گفتا کہ بیم آسے و مایست ٭
باز گفت اورا بیا اے پردہ سوز
گفت بیروں زیں حدائے خوش فرِ من

جاں ازیں اوصاف باشد پاک و فرد
زلزلہ افتد دریں کون و مکاں
بحر او از مہر کف پُر جوش گشت
ماہ را اگر کف نباشد گو مباش
تا ابد مدہوش ماند جبرئیل ٭
وز مقام جبرئیل واز حدش ٭
گفت رو رو کہ حریف تو نیم
گفت رو زیں پس مرا دستو نیست
من باوج خود نرفتم ہنوز ٭٭
گر زنم پرّے بسوزد پرِّ من ٭٭

یعنے ایک روز جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السّلام سے فرمایا کہ جیسی آپ کی اصلی صورت ہے ایک مرتبہ ہم کو اسی طرح دکھلادو تاکہ ہم اُس کو آنکھوں سے دیکھ لیں۔ یہ سُنکر جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ سے ہو نسکے گا اور اس کے دیکھنے کے متحمل نہ ہوں گے اور چونکہ حس جسمانی کمزور اور نازک ہے اس لئے آپ پر اس کا دیکھنا شاق ہوگا آپ نے فرمایا خیر دکھلاؤ تو سہی جسم کو یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ اس کی حس کس قدر کمزور اور ضعیف ہے۔ جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار فرمایا تو اُنہوں نے اپنی وہ ہیئت جس سے پہاڑ پارہ پارہ ہو جاوے کسی قدر دکھلادی یعنی ان کے پَر مشرق و مغرب کو گھیرے ہوئے تھے اس صورت کو دیکھکر مارے خوف کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہوگئے۔ پس جب کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کے خوف زدہ اور بیہوش ہونے کو دیکھا۔ تو اُنہوں نے اپنی صورت فوراً بدل دی۔ اور آکر آپ کو گود میں لے لیا۔ (آدمی کے اندر حس جسمانی ہے جو کہ کمزور ہے اور دوسری ایک عالیشان مخلوق ہے۔ سو) جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اندر (بھی یہ دونوں باتیں تھیں۔ چنانچہ) وہ حس جسمانی جو مشاہدہ صورت جبرئیل کی تاب نہ لاسکی اور از خود رفتہ ہوگئی وہ تو اس وقت

مدینہ میں زیر زمین سو رہی ہے اور وہ عظیم الشان مخلوق جو کہ نہایت بہادر ہے اور ایسی مہیب شکلوں سے متاثر نہیں ہوتی۔ وہ بلا تغیر کے مقعد صدق میں مقیم ہے (بے تغیر ہم نے اس لئے کہا کہ) ایسے تغیرات یعنی تغیرات ناسوتیہ کو قبول کرنے والے اوصاف جسمانیہ ہوتے ہیں نہ کہ روح جو کہ ایک روشن آفتاب اور ظلمات ناسوت سے منزہ ہے وہ بے تغیر و تبدل ہے اس لئے کہ نہ وہ شرقی ہے نہ غربی۔ کیونکہ شرق و غرب عالم خلق سے ہیں اور ارواح عالم امر سے اور جب کہ روح احمدی آفتاب ہے تو شکل جبریل جو کہ اس کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہے اس سے کیونکر بیہوش ہو سکتی ہے اور جب کہ وہ ایک شمع ہے تو پروانہ سے کیونکر بیہوش ہو سکتی ہے اس لئے کہا جاوے گا کہ جسم احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بیہوشی سے تعلق تھا نہ کہ روح کو کیونکہ تغیر ناسوتی جسم ہی کا حصہ ہے روح سے اسے کوئی واسطہ نہیں جیسے کہ بیماری نیند و تکلیف وغیرہ۔ کہ یہ سب جسم سے متعلق ہیں روح ان اوصاف سے پاک صاف اور علیحدہ ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں روح کے اوصاف بیان نہیں کر سکتا اور اگر اس کے اوصاف عالیہ بیان کروں تو عالم میں ہل چل پڑ جائے اس لئے کہ کوئی ان اوصاف کے سننے کی تاب نہیں لا سکتا۔ تو جسم احمد صلے اللہ علیہ وسلم اس نظر سے بیہوش ہوا تھا نہ کہ روح اور وجہ اس بیہوشی کی یہ تھی کہ ان کا بحر روح محبت دست حق سبحانہ سے پُر جوش ہو کر تصرف فی الجسم سے غافل ہو گیا تھا اس پر اگر کوئی شبہ کرے کہ حضرت حق کے ہاتھ کہاں ہیں جس کی محبت سے وہ بحر پُر جوش ہوا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ) چاند سراپا ہاتھ ہے اس لئے کہ جو کام وہ ہاتھ سے کرتا مثلاً دینا اور نور پھیلانا سو وہ اپنی ذات سے کرتا ہی پس ایسی حالت میں اگر اس کے متعارف ہاتھ نہ ہو تو نہ سہی۔ پس اسی طرح کف حق سبحانہ کو سمجھ لو (اس مضمون کو ختم کر کے آگے وہم تفضیل جبریل علیہ السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت جبریل کو دیکھ کر بیہوش ہو جانے کو دیکھ کر تم کو جبریل علیہ السلام کی آنحضرت پر فضیلت کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیوں کہ آپ تو ان کو دیکھ کر تھوڑی ہی دیر بیہوش رہے تھے اور وہ بیہوشی بھی جسمانی تھی نہ کہ روحانی لیکن) اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے روحانی عظیم الشان پروں کو کھول

دیں (اور اپنے قوی عروج روحانی کو ظاہر فرمائیں) تو جبریل علیہ السّلام ابد تک بیہوش رہیں اور کبھی ہوش نہ آئے (آپ کے پروں کی فوقیت جبریل علیہ السّلام کے پروں پر اس واقعہ سے ظاہر ہو گی کہ) جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی سے آگے بڑھے اور جبریل علیہ السلام کے مقام اور اُن کی حد سے تجاوز کیا (تو جبریل علیہ السّلام اپنے مقام پر ٹھہر گئے اس پر) آپ نے فرمایا کہ (جبریل کیوں ٹھہر گئے) میرے پیچھے پیچھے آؤ اس پر اُنہوں نے جواب دیا کہ آپ ہی تشریف لیجائیں مجھے آگے اجازت نہیں ہے آپ نے پھر فرمایا کہ میرے پیچھے چلے آؤ اس کا بھی اُنہوں نے یہ ہی جواب دیا کہ اب میں آپ کا ہم سفر نہیں ہو سکتا آپ نے پھر فرمایا کہ میں ابھی اپنی اصلی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں چلے آؤ اس پر اُنہوں نے عرض کیا کہ اگر میں اس حد سے آگے پروں کو حرکت دیتا ہوں تو فوراً میرے پر جل جاویں گے (بس اس سے تم سمجھ لو کہ دونوں کے پروں میں کیا نسبت ہے) انتہیٰ المثنوی وشرحہ الجیبی یہ ہی مضمون اجمال کے ساتھ دفتر اول قبل سُرخی زیافت تاویل رکیک میں لائے ہیں بقولہ ؎

چوں معلم بود عقلش ز ابتدا — بعد ازاں شد عقل شاگردے ورا
عقل چوں جبریل گوید احمدا — گر یکے گامے زنم سوزد مرا
تو مرا بگذار زیں پس پیش راں — حد من ایں بود اے سلطانِ جاں

رسالہ تخریج احادیث دفتر اول میں خصائص کبریٰ سے یہ حدیث ان اشعار کے ذیل میں مذکور ہے۔ فی الخصائص الکبریٰ فی حدیث طویل فی حدیث المعراج بروایۃ ابن ابی حاتم ثم انطلق بی حتی انتہے الی الشجرۃ فغشیتنی سحابۃ فیہا من کل لون فرفضنی جبریل وخررت ساجدا للہ تعالیٰ الحدیث اور اس واقعہ کے تتمہ کا جس میں خوف احتراق آیا ہے یہ اشعار مثنوی کے قبل مذکور ہے

فصل دوم

در تحقیق سِرّ معراج بر منہاج حقیقت و طریقت

اند عنا الرفع والوضع کہ اُس حقیقت سے بھی اصل مقصود طریقت ہے یعنی اُس حقیقت کی تحقیق

سے متبع کو کیا سبق لینا چاہئے جیسے کمالات وصفات حق سے تخلق کا مضمون بزرگوں نے لکھا ہے اس میں کمال معراجی سے تخلق ہے جس میں عمل ہے اطلاق آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کا

وھذا تقریرہ

مقصود یہ ہے کہ حضور کی معراج سے کیا سبق ہم کو حاصل کرنا چاہئے تو سمجھئے کہ معراج کی حقیقت کیا ہے لوگ معراج اس کو سمجھتے ہیں کہ حضور زمین سے آسمان پر تشریف لے گئے تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ عروج آسمانی حقیقت معراج نہیں بلکہ صورت معراج ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ صورت آپ کے کمالات میں سے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ حقیقت معراج اسی صورت پر موقوف نہیں بلکہ اس کا تحقق دوسری صورتوں سے بھی ہوسکتا تھا گو جو صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے متحقق ہوئی ہے وہ سب سے افضل واکمل ہے اور آپ معراج کی حقیقت وصورت دونوں کے جامع ہیں اور یہاں سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہوگئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج صوری یعنی عروج آسمانی کا انکار کرتے ہیں اور اس معراج کو منامی یا کشفی بتلاتے ہیں سو یہ بالکل نصوص کے خلاف ہے بلکہ احادیث مشہورہ سے آپ کا آسمانوں پر تشریف لیجانا ثابت ہے اور بیت المقدس تک تشریف لیجانا تو نص قرآنی سے ثابت ہے جس کا انکار بلا تاویل کفر ہے اور بتاویل بدعت ان منکرین معراج آسمانی کے پاس کچھ دلائل تو عقلی ہیں کچھ نقلی۔ عقلی دلائل تو یہ ہیں کہ اس سے افلاک میں خرق والتیام لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فلاسفہ کے پاس خرق والتیام کے امتناع پر کوئی دلیل نہیں اور جب وہ دلائل پیش کریں گے اس وقت انشاء اللہ ہم ان سب کا لغو و باطل ہونا ظاہر کردیں گے۔ چنانچہ متکلمین اس سے فارغ ہوچکے ہیں دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح حضور کی معراج کا قصہ احادیث میں آتا ہے کہ آپ اتنی جلدی سیر سماوات سے فارغ ہوکر واپس آگئے کہ صبح بھی نہ ہونے پائی تھی یہ محالات سے ہے کہ مکہ سے بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان تک آپ سیر کر آئیں اور یہ سارا قصہ ایک رات کے تھوڑے سے حصہ میں ہوجائے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس میں استحالہ کی کیا بات ہے ہاں استبعاد ہوسکتا ہے سو وہ بھی بطور الزام کے اس طرح مدفوع ہے کہ تمہارے نزدیک

زمانہ حرکت فلک الافلاک کا نام ہے چنانچہ رات اور دن کا آنا طلوع و غروب کا ہونا یہ سب حرکت فلک سے مرتبط ہے اگر حرکت فلک موقوف ہو جائے تو جو وقت موجود ہوگا وہی رہے گا اگر رات موجود ہوگی رات ہی رہے گی۔ دن موجود ہوگا دن ہی رہے گا تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس رات حرکت فلک کو تھوڑی دیر کے لئے موقوف کر دیا ہو اور اس میں کچھ تعجب نہیں معزز مہمان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے دنیا میں بھی یہ قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کی سواری نکلتی ہے تو سڑک پر دوسروں کا چلنا بند کر دیا جاتا ہے ہم جب حیدر آباد گئے تو ایک دن دیکھا کہ پولیس کے سپاہی لوگوں کو سڑک پر چلنے سے روک رہے ہیں اس وقت سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا معلوم ہوا کہ نواب صاحب کی سواری نکلنے والی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضور کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اگر آسمان اور چاند سورج سب کی حرکت کو اس رات کچھ دیر کے لئے بند کر دیا ہو کہ جو چیز جہاں ہے وہیں رہے پس آفتاب جس جگہ تھا اسی جگہ رہا اور ستارے جہاں تھے وہیں رہے کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنے نہ پایا اس میں کیا استبعاد ہے جب حضور معراج سے فارغ ہو گئے پھر فلک کو حرکت کی اجازت ہو گئی تو اب ظاہر ہے کہ حرکت فلک جس جگہ سے موقوف ہوئی تھی وہیں سے شروع ہو گئی تو آپ کی سیر میں چاہے کتنا ہی وقت صرف ہوا ہو مگر دنیا والوں کے اعتبار سے سارا قصہ ایک ہی رات میں ہو کیونکہ حرکتِ زمانہ اس وقت موقوف ہو چکی تھی اب اگر کوئی دوام حرکت فلک کا دعویٰ کرے تو وہ اس کے ملزوم کو ثابت کرے انشاء اللہ ایک دلیل بھی قائم نہ کر سکے گا۔ دوسرا عاشقانہ جواب اس اشکال کا مولانا نظامی نے دیا ہے ؎

تن او کہ صافی تر از جان ماست — اگر آمدہ شد بیک دم رواست

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیال انسانی ذرا سی دیر میں بہت دور پہونچ جاتا ہے چنانچہ آپ اسی وقت عرش کا تصور کیجئے تو ایک منٹ سے بھی کم میں عرش پر خیال پہنچ جائے گا خیال کی حرکت بہت سریع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیال روح کی ایک قوت ہے اور روح نہایت لطیف چیز ہے وہ مادیات کی طرح کثیف نہیں اس لئے اس کی سیر میں کوئی حاجب و مانع نہیں ہوتا تو مولانا نظامی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک

تو ہمارے خیال سے بھی پاکیزہ تر ہے۔ جب خیال ذرا سی دیر میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے تو آپ کا جسم اطہر زمین سے آسمان تک اور وہاں سے عرش تک ذرا سی دیر میں ہو آئے تو اس میں تعجب کی بات کیا ہے۔ ایک دلیل عقلی فلاسفہ جدید پیش کیا کرتے ہیں کہ ہوا کے طبقہ سے اوپر جو خلا و فضا ہے اس میں ہوا نہ ہونے کے سبب کوئی متنفس زندہ نہیں رہ سکتا تو آپ اس میں سے اگر گذرتے تو زندہ کیسے رہتے مگر انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ بعد تسلیم اس استلزام کے یہ اس وقت ہے جب متنفس کو اس میں کچھ مکث بھی ہو چنانچہ آگ کے اندر سے اگر جلدی جلدی ہاتھ کو نکالا جائے تو آگ کا اثر نہیں ہوتا۔ پس آپ اگر نہایت سرعت کے ساتھ اس خلا میں سے گذر جائیں تو وہ عدم تنفس میں مؤثر نہ ہوگا اور دلیل نقلی ان منکرین کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے۔ واللہ مافقد جسد محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ الاسراء کہ بخدا شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مفقود یعنی غائب نہیں ہوا۔ اس کا جواب بعض بزرگوں نے تو یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کہاں تھیں۔ (نیز اس وقت ان کی عمر بہت کم تھی۔ شاید چار یا پانچ سال کی ہوں اور اگر معراج ۵ سنہ نبوت میں ہوئی ہو جیسا کہ زہری کا قول ہے تو وہ اسی سال پیدا ہوئی ہونگی ۱۲ جامع) اس لئے اجلہ صحابہ کی روایت اس واقعہ میں ان کی روایت سے مقدم ہے مگر اس کا حاصل بظاہر یہ ہوا کہ حضرت عائشہ نے بے تحقیق ایک بات فرما دی ہم حضرت صدیقہ پر یہ گمان نہیں کر سکتے نہ کسی صاحب ادب کو ایسی جرأت ہو سکتی ہے یہ مانا کہ وہ اس وقت حضور کے گھر میں موجود نہ تھیں اور کمسن بھی تھیں مگر جو بات وہ فرما رہی ہیں وہ تو عقل و بلوغ کے زمانہ میں ان سے صادر ہوئی ہے اور ایسے وقت میں وہ بدون تحقیق کے کوئی بات نہیں فرما سکتیں یقیناً تحقیق کے بعد فرما رہی ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے واقعہ کی نسبت فرماتی ہوں کیونکہ معراج میں تعدد ہے تو پھر کچھ بھی مضر نہیں میرے ذہن میں اس کا جو جواب آیا ہے وہ بہت لطیف ہے وہ یہ کہ فقدان کے دو معنی ہیں ایک تو چیز کا اپنی جگہ سے گم ہو جانا ہٹ جانا دوسرے تلاش کرنا چنانچہ دوسرے معنی میں فقدان کا استعمال نص میں بھی آیا ہے۔ قالوا واقبلوا علیہم ماذا

ف ۵۔ یہ معنی مجاز مرسل ہیں اطلاقاً للملزوم علی اللازم کیونکہ عادۃً فقدان کے لئے طلب لازم ہے۔ بقیہ صفحہ

تفقدون یعنی برادران یوسف علیہ السلام نے متوجہ ہو کر ندا کرنے والوں سے کہا کہ تم لوگ کس چیز کو تلاش کرتے ہو۔ یہاں فقدان کے معنی طلب ہی کے زیادہ ظاہر ہیں پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا مطلب صاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک گھر سے غائب نہیں رہے کہ آپ کی تلاش کی جاتی۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ ساری رات میں اپنے گھر سے جدا ہی نہیں ہوئے وہیں رہے تاکہ اس سے معراج منامی یا کشفی پر استدلال کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ گھر سے جدا تو ہوئے مگر زیادہ دیر نہیں لگی جس میں گھر والوں کو پریشانی ہوئی ہو اور تلاش کی نوبت آئی ہو۔ غرض اس میں شک نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی اور آپ اس جسم سے آسمانوں پر تشریف لے گئے اس کا انکار ہرگز نہیں ہو سکتا اور یقیناً یہ صورت عروج حضور کا بڑا کمال ہے مگر معراج کو ایسی صورت میں منحصر نہ سمجھنا چاہیئے اور نہ محض عروج آسمانی کے ساتھ حقیقت معراج کو مخصوص کرنا چاہیئے بلکہ اس کی حقیقت اس عروج کے علاوہ دوسری چیز ہے اور وہ قرب الٰہی ہے جس کی ایک صورت یہ بھی تھی حضور کو پیش آئی ہے اور یہ اکمل صورت ہے مگر اس صورت کے علاوہ ایک دوسری صورت سے بھی اس حقیقت کا تحقق ہو سکتا ہے کیونکہ قرب الٰہی جو حقیقت معراج ہے کسی خاص صورت میں منحصر نہیں پس سمجھنا چاہیئے کہ قرب الٰہی کبھی بصورت عروج ہوتا ہے اور کبھی بصورت نزول اور کبھی دونوں طرح مجتمع ہو جاتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج عروجی اور نزولی دونوں ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ قرب الٰہی جیسا کہ بوقت عروج آپ کو حاصل ہوا ہے نزول کے وقت بھی حاصل تھا بلکہ یہ قرب پہلے سے زیادہ تھا جیسا عنقریب آتا ہے اور بعض انبیاء کو صرف عروجی معراج ہوئی ہے جیسا ادریس علیہ السّلام کے متعلق ورفعناہ مکاناً علیا کی تفسیر میں بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ زندہ دنیا سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اسی کو ایک عارف نے کہا ہے ؎

ہمیر اے دوست پیش از مرگ اگر می زندگی خواہی
کہ ادریس از چنیں مُردن بہشتی گشت پیش از ما

پھر اُس کے بعد اُن کو نزولی معراج نہیں ہوئی اور جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو اسی طرح

اسی بنا پر بعض تفاسیر میں اس کی تفسیر تطلبون سے کی ہے والتفصیل فی حاشیۃ وعظ الرفع والوضع ۱۲ منہ

معراج ہوئی ہے اور اس کے بعد ابھی تک نزول نہیں ہوا مگر آخیر زمانہ میں نزول ہوگا اور یونس علیہ السّلام کو نزولی معراج ہوئی ہے اس کو مولانا رومی نے سمجھا ہے واقعی بڑے محقق ہیں بیان اُس کا یہ ہے کہ مولانا نے مثنوی دفتر سوم میں ایک مقام پر حدیث لاتفضلونی علی یونس بن متی کی تفسیر میں لکھا ہے ؎

گفت پیغمبر کہ معراج مرا | نیست از معراج یونس اجتبا
آن من بالا و آنِ او بشیب | زاں کہ قرب حق بدون ست از حسیب
قرب نز بالائیں بہ بالا رفتن ست | قرب حق از حبس ہستی رستن ست

اس تفسیر میں اشارہ اس طرف ہے کہ حدیث عام ہے جس میں وہ سب امور داخل ہیں جن میں تفضیل سے وہم تنقیص ہوسکتا ہے۔ پس مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ جن باتوں میں تم کو میری فضیلت اور یونس علیہ السّلام کے نقص کا شبہ ہو اس میں مجھ کو یونس علیہ السّلام پر فضیلت نہ دو جن میں قصہ معراج بھی داخل ہے کہ حضور تو ساتوں آسمانوں پر تشریف لے گئے آپ کو اس طرح معراج ہوئی۔ اور یونس علیہ السّلام عرصہ تک مچھلی کے پیٹ میں رہے ظاہر بینوں کو ان کی یہ حالت ناقص معلوم ہوتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی یہ حالت ناقص نہ تھی بلکہ یہ یونس علیہ السّلام کی معراج تھی جو بصورت نزول واقع ہوئی۔ پس حضور کی معراج کو یونس علیہ السّلام کی معراج پر فضیلت نہ دو (یعنی ایسی فضیلت جس سے وہم اُن کے نقص کا ہو) اور یہ مت سمجھو کہ معراج صرف حضور ہی کو ہوئی ہے یونس علیہ السّلام کو نہیں ہوئی ایسا نہیں ہے بلکہ اُن کو بھی ہوئی مچھلی کے پیٹ میں اُن کا جانا یہ بھی معراج ہی تھی کیونکہ معراج کی حقیقت ہے قرب حق اور وہ دونوں جگہ موجود ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب حق اور صورت سے ہوا عروجاً بھی اور نزولاً بھی۔ اور یونس علیہ السّلام کو قرب حق اور صورت سے حاصل ہوا کہ وہ دریا میں غرق ہوئے اور مچھلی کے پیٹ میں رہے جس کا قصہ مشہور ہے کہ اُنہوں نے اپنی قوم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور فرمایا کہ ایمان لے آؤ ورنہ اتنی مدت میں عذاب نازل ہوگا۔ جب وہ مدت قریب آئی تو آپ اس خیال سے کہ یہاں عذاب نازل ہوگا وہاں سے چل پڑے مگر حق تعالیٰ سے صریح اذن نہیں لیا اور یہاں یہ قصہ ہوا کہ جب وہ تاریخ آئی عذاب

کی آمد شروع ہوئی یہ آثار دیکھکر لوگ گھبرائے اور ایمان پر آمادہ ہوئے اور یونس علیہ السّلام کو تلاش کیا کہ اُن کے ہاتھ پر ایمان لادیں یہ نہ ملے تو اُنہوں نے کہا کہ اگر یونس علیہ السّلام نہیں ہیں تو کیا ہوا اُن پر اور حق تعالیٰ پر ایمان لانا تو ممکن ہے چنانچہ ایمان لے آئے اور عذاب ٹل گیا یونس علیہ السّلام لوگوں سے اس بستی کا حال پوچھتے رہتے تھے جب کسی نے عذاب کی خبر نہ سُنائی اور پورا واقعہ معلوم نہ ہوا تو آپ کو خیال ہوا کہ اب اگر واپس بستی میں جاؤں گا تو وہ لوگ جھٹلائیں گے کہ تمہارے قول کے موافق عذاب تو نہ آیا اس شرمندگی کی وجہ سے واپس نہ ہوئے بڑھے چلے گئے راستہ میں دریا پڑا اور آپ کشتی میں سوار ہوئے چلتے چلتے وہ کشتی چکر کھانے لگی۔ ملاح نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس کشتی میں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا سوار ہے اس وقت یونس علیہ السّلام نے فرمایا کہ ہاں بھائی میں اپنے آقا سے بدون پوچھے بھاگ آیا ہوں مجھے دریا میں ڈال دو۔ لوگوں نے ان کی صورت سے نیکی اور بزرگی کے آثار دیکھ کر اس کلام میں شبہ کیا بالآخر قرعہ اندازی ہوئی جس میں یونس علیہ السّلام ہی کا نام نکلا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں فساہم فکان من المدحضین یونس علیہ السّلام نے قرعہ اندازی کی تو وہی ہارے پس لوگوں نے اُن کو دریا میں ڈال دیا وہاں ایک بہت بڑی مچھلی تھی اُس نے بحکم حق آپ کو نگل لیا اور قعر دریا میں پہنچی چالیس دن اُس کے پیٹ میں رہے مگر ہضم نہیں ہوئے حق تعالیٰ نے حفاظت فرمائی مولانا اس کو معراج قرار دیکر فرماتے ہیں ؎

قرب نے پستی بہ بالا رفتن ست ‌ ‌ ‌ قرب حق از حبس ہستی رستن ست

یعنی حق تعالیٰ کے قرب کی حقیقت مکانی ارتفاع نہیں بلکہ یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کی قید سے چھوٹ جائے اُس کا یہ مطلب نہیں کہ زہر کھالے یہ تو بڑا سستا قرب ہے جو ایک پیسہ کے سنکھیئے سے حاصل ہوسکتا ہے سو یہ قید ہستی سے چھوٹنا نہیں بلکہ اس میں تو قید ہستی کی موجود ہونے کی دلیل ہے کیونکہ خودکشی حرام ہے اور خلاف مرضی حق پر پیش قدمی کرنا قید ہستی یعنی دعویٰ و زعم استقلال ہستی کی علامت ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دعویٰ ہستی کو چھوڑ دے اپنے کمالات سے نظر اُٹھ جائے اپنے ارادہ کو ارادۂ حق میں فنا کردے۔ بس یہ ہے قرب کی حقیقت جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے اُوپر نظر نہ رہے حاصل یہ کہ تم خود ہی قرب حق سے

اپنے حاجب ہواس کو مرتفع کرو اسی کو عارف فرماتے ہیں ؎

میان عاشق ومعشوق ہیچ حائل نیست　　تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

اور اسی کو حضرت شاہ بوعلی قلندر فرماتے ہیں ؎

غیرت از چشم برم روی تو دیدن نہ دہم　　گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم

بلکہ ہمہ تن مشاہدہ حق میں فنا ہو جائے کہ نہ اپنے کان کو اپنا کان سمجھے نہ اپنی آنکھ کو اپنی آنکھ سمجھے بس وہ حال ہو جائے بی یبصر وبی یسمع حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہٗ نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا عرض کیا یا رب دلنی الی اقرب الطرق الیک اے اللہ مجھے اپنے تک پہونچنے کا نزدیک تر راستہ بتلا دیجئے جواب میں ارشاد ہوا یا بایزید دع نفسک وتعال یعنی ای بایزید بس اپنے نفس کو چھوڑ دو اور چلے آؤ (یعنی اتباع نفس کو) سبحان اللہ کیا نزدیک راستہ بتلایا گیا ہے اور یہ ہی مراد ہے صوفیہ کے اس قول میں کہ مرید کو چاہئے کہ شیخ کے ہاتھ میں اپنے آپ کو ایسا سپرد کر دے کالمیت فی ید الغسال یعنی جیسے مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ وہ جس طرف چاہتا ہے اس کو پلٹ لیتا ہے وہ کچھ نہیں کہتا اسی طرح مرید کو ہونا چاہئے کہ شیخ کے ارادہ میں اپنی رائے واختیار اور قصد کو فنا کر دے وہ اگر جگا دے تو جاگے سلا دے تو سو رہے نفلوں کا حکم کرے تو نفلیں پڑھے منع کر دے تو چھوڑ دے بشرطیکہ وہ خلاف شرع کا امر نہ کرے اگر شیخ کامل ہے تو وہ ایسا کرنے ہی کیوں لگا اور اگر ناقص ہے تو ایسے شیخ ہی کو سلام کرنا چاہئے جب مرید شیخ کے ہاتھ میں اپنے کو اس طرح سپرد کر دیتا ہے تو پھر اس کو خدا تعالےٰ کیلئے بھی یہ ہی تسلیم نصیب ہو جائے گی اور ایک وہ وقت آئیگا کہ یہ آسانی کے ساتھ اپنے ارادہ واختیار کو ارادۂ خداوندی میں فنا کر دیگا یہ ہی ہے قرب حق اور یہ ہی قرب حق حقیقت ہے معراج کی اور ظاہر ہے کہ قرب حق تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا تو حقیقی معراج سب کو حاصل تھی گو بعض کو صوری نہ ہوئی ہو۔ اور ادریس علیہ السلام کو تو ایک قول پر صوری بھی ہوئی ہے اور مولانا رومی کی تحقیق کے موافق یونس علیہ السلام کو نزولی معراج ہوئی ہے۔ پس ان کو اس طرح قرب ہوا کہ اوپر سے نیچے بلائے گئے اور حضور کو اس طرح قرب ہوا کہ نیچے سے اوپر بلائے گئے اور یہ ضروری نہیں کہ معراج بصورت نزول ناقص ہوا کرے

تاکہ اس بنا پر معراج یونسی کو معراج محمدی سے مفضول کہا جاوے گو دوسرے دلائل سے
آپ کی معراج سب معراجوں سے افضل ہے مگر محض نزول کو ناقص ماننا اس کی بناء
نہیں ہے بلکہ صوفیہ کا تو مقولہ یہ ہے کہ عروج سے نزول افضل ہے چنانچہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے معراج میں ایک تو آپ کی حالت عروجی تھی جب کہ آپ نیچے سے اُوپر کو جا رہے
تھے اور ایک حالت نزولی تھی جب کہ آپ اُوپر سے نیچے کو آرہے تھے صوفیہ فرماتے ہیں کہ
کہ حضور کی نزولی حالت آپ کی پہلی حالت سے اکمل تھی اور اس سے یہ مت سمجھنا کہ میں
یونس علیہ السلام کے نزول کو حضور کے عروج پر ترجیح دے رہا ہوں ہرگز نہیں بلکہ
میرا مطلب یہ ہے کہ حضور کو جو کبھی نزول اور کبھی عروج ہوا ہے تو ان دونوں میں آپ کے
عروج سے آپ کا نزول افضل تھا باقی آپ کا عروج دوسرے دلائل سے ایسا اکمل ہے کہ
وہ دوسروں کے نزول سے بھی افضل ہے مگر اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ نزول فی نفسہ
نقص نہیں غرض حضور کی معراج عروجی تو کامل ہے اور آپ کی معراج نزولی اکمل ہے
سو ان میں فرق کامل اکمل کا ہے ناقص کامل کا نہیں کیونکہ آپ کی جو حالت بھی ہے وہ
کمال سے خالی نہیں گو بعض حالتیں بعض سے زیادہ کامل ہوں مگر ناقص کوئی نہیں اور
آپ کی معراج نزولی کا معراج عروجی سے افضل ہونا صرف صوفیوں کے قول ہی سے
ثابت نہیں بلکہ اس پر دلائل موجود ہیں ایک دلیل تو یہ ہے کہ معراج کی غایت حق تعالےٰ
نے رویت آیات بیان فرمائی ہے چنانچہ سورہ نجم میں تو فرمایا ہے لقد رایٰ من آیات ربہ
الکبریٰ اور سورۃ الاسرٰی میں فرمایا ہے لنریہ من آیاتنا اور ظاہر ہے کہ حضور کو آیات
دکھلانے سے دو فائدے ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ آپ کی معرفت زیادہ ہو دوسرے یہ
کہ آپ خود دیکھکر دوسروں کو بتلا دیں خلاصہ یہ کہ معراج سے دو مقصود تھے ایک یہ
کہ رویتِ آیات وازدیادِ علوم سے آپ کی تکمیل ہو دوسرے یہ کہ اُن علوم سے آپ
دوسروں کی تکمیل کریں پہلا فائدہ لازمی ہے اور دوسرا فائدہ متعدی ہے اور ظاہر ہے
کہ جو وقت فائدہ متعدیہ کے ظہور کا ہوگا وہ فائدہ لازمہ کے وقت سے افضل ہوگا
کیونکہ بعثت رسول سے اصل مقصود افادۂ خلائق ہی ہے نیز دوسروں کی تکمیل

سے خود رسول کے درجات میں بھی ترقی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ فائدہ متعدیہ کا ظہور بعد نزول کے ہوا تو نزول کا عروج سے افضل ہونا ثابت ہوگیا۔ دوسری دلیل یہ آیت ہے وللآخرۃ خیرلک من الاولیٰ اس کا بیان یہ ہے کہ ایک مرتبہ کچھ دنوں نزول وحی میں توقف ہوگیا اور کفار نے طعن کیا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رنج وغم کا اثر ہوا اور آپ پر حالت قبض طاری ہوگئی تو بعد میں حق تعالیٰ نے آپ کی تسلی فرمائی اور سورۂ ضحیٰ نازل ہوئی۔ جس میں اوّل اُن آیات قدرت کی قسم کھائی گئی ہے جن کو اس حالت سے خاص مناسبت ہے فرماتے ہیں والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ما ودعک ربک وما قلیٰ۔ قسم ہے دن کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے اس جگہ رات اور دن کی قسم بہت ہی مناسب ہے کیونکہ دن مشابہ ہے حالت بسط کے اور رات مشابہ ہے حالتِ قبض کے وجہ تشبیہ ایک تو یہ ہے کہ حالت بسط میں انوار کا توارد ہوتا ہے اور دن بھی محل نور ہے اور حالتِ قبض میں وہ انوار نہیں رہتے تو وہ رات کے مشابہ ہے دوسرے یہ کہ جس طرح دن میں کاروبار زیادہ ہوتے ہیں اس طرح حالتِ بسط میں سالک سے کام زیادہ ہوتا ہے اور حالتِ قبض میں کسی کام کو جی نہیں چاہتا نہ نماز میں دل لگتا ہے نہ ذکر میں نہ تلاوت میں تو قبض میں کام کم ہو جاتا ہے وہ رات کے مشابہ ہے کہ اس میں بھی کاروبار بند ہو جاتے ہیں حق تعالیٰ نے اس جگہ رات اور دن کی قسم سے مقام کی یعنی جواب قسم ما ودعک ربک وما قلیٰ کی حقیقت بتلا دی جس کا حاصل یہ ہے کہ سالک پر ان دونوں حالتوں کا آنا ایسا ہے جیسے لیل و نہار کا تعاقب بس جس طرح دن کے بعد رات کا آجانا غیر مقبول ہونے کی علامت نہیں اسی طرح بسط کے بعد کہ تواتر وحی ہے قبض کا آنا کہ توقف وحی ہے غیر مقبول ہونے کی علامت نہیں بلکہ جس طرح ہم نے عالم میں لیل و نہار کا اختلاف حکمت کے لئے رکھا ہے یوں ہی سالک پر بسط و قبض کا تعاقب حکمت کے لئے مقرر کیا ہے۔ پس قبض سے پریشان نہ ہونا چاہیے نیز اس میں قبض کی ایک حکمت کی طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ جس طرح دن میں اگرچہ کاروبار زیادہ ہوتا ہے مگر مخلوق کی راحت و آرام کے واسطے رات کا آنا بھی ضروری ہے اگر رات نہ آوے تو کاروبار کا تعب زائل نہ ہو سکے گا راحت و آرام کے لئے دن موضوع نہیں اس کے

واسطے رات ہی کا وقت مناسب ہے اسی طرح گو بسط میں سالک سے کام زیادہ ہوتا ہے مگر اُس کام کے دوام کے لئے قبض کی بھی ضرورت ہے اگر ہمیشہ بسط ہی رہے تو ایک نہ ایک دن کام کرتے کرتے اُکتا جائیگا اس لئے ہم قبض کی حالت مُسلط کر دیتے ہیں تاکہ یہ زیادہ کام نہ کرے تھوڑے ہی پر اکتفا کرے اور قدرے آرام ملجائے پھر قبض رفع ہونے کے بعد جو بسط آئے گا تو اُس کو پہلے سے زیادہ نشاط عمل میں ہوگا اسی طرح پر قبض و بسط کے تعاقب سے یہ ہمیشہ کام کرتا رہے گا اسی کو عارف فرماتے ہیں ؎

از دست ہجر یار شکایت نمی کنم ۔ گر نیست غیبتے نہ دہد لذتے حضور

اس معنی خیز قسم کے بعد جواب ارشاد فرماتے ہیں ما ودعک ربک وما قلے آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہے آپ بے فکر رہیں اس میں تسلی تو ہو گئی مگر یہاں ایک شبہ آپ کو ہو سکتا تھا وہ یہ کہ گو قبض و بسط لیل و نہار کی طرح متعاقب ہیں اور قبض سے مجھے کچھ تنزل نہیں ہوا مگر بظاہر بسط اس سے افضل ہے کیونکہ موافق للطبع ہے اس میں کام بھی زیادہ ہوتا ہے توجہ بھی اُس میں عالم بالا کی طرف زیادہ رہی ہے تو بسط میں ترقی زیادہ ہوتی ہوگی گو قبض میں بھی خود قبض کے سبب سے تنزل نہ ہوتا ہو مگر ترقی بھی تو بسط کے برابر نہیں ہوگی آگے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ یعنی کل حالۃ آخرۃ من الحالۃ الاولیٰ یعنی آپ کی ہر پچھلی حالت ہر پہلی حالت سے افضل ہے اس لئے زمانۂ قبض کی حالت آپ کی اس بسط کی حالت سے افضل تھی جو اُس سے پہلے تھی اور جب وہ پہلی حالت سے افضل تھی تو اُس میں بھی ترقی بند نہیں ہوئی بلکہ برابر آپ کو ترقی ہو رہی ہے اور یہ جواب ایسا ہے جیسا کہ واقعۂ تحویل قبلہ میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وما کان اللہ لیضیع ایمانکم جب بیت المقدس سے پھر کعبہ کی طرف قبلہ محول کیا گیا تو بعض صحابہ کو شبہ ہوا کہ جتنے دنوں ہم نے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی ہے شاید ان میں ثواب کم ملا ہوگا کیونکہ تحویل سے معلوم ہوا کہ اصلی قبلہ تو کعبہ تھا اور وہ قبلہ عارضی تھا اور اصلی قبلہ اور عارضی میں فرق ضرور ہے تو جو نمازیں عارضی قبلہ کی طرف ہم نے پڑھی ہیں اِن میں کم ثواب ہوا ہوگا حق تعالیٰ نے اس شبہ کا

جواب دیا کہ ہم ایسے نہیں ہیں کہ تمہاری طاعات سابقہ کا ثواب کم کر دیں یا ضائع کر دیں
کیونکہ تم نے تو بہر حال ہمارے حکم کی اطاعت کی ہے تم کو تو عارضی و اصلی ہونا معلوم نہ تھا
اس لئے ثواب بھی تم کو کم نہیں ملا بلکہ اِن نمازوں میں بھی پورا ہی ثواب ملا ہے اسی طرح
حضور کو ارشاد ہے کہ قبض و بسط ہماری طرف سے ہے اور آپ کے فعل کو اس میں کچھ
دخل نہیں تو آپ کو حالت قبض میں بھی ترقی رہتی ہے۔ ترقی میں کمی نہیں خصوصاً جب کہ
ہم نے آپ کو قل رب زدنی علماً کی تعلیم دی ہے (اور ہمارا یہ دعا تعلیم کرنا علامت اجابت
ہے) تو آپ کو ہر وقت ترقی ہوتی رہتی ہے اور آپ کی ہر پچھلی حالت ہر پہلی حالت سے
افضل ہوتی ہے۔ پس جس بسط کے بعد قبض آیا ہے یہ قبض پہلے بسط سے افضل ہے اور
اس قبض کے بعد جو بسط آئے گا وہ اس قبض سے افضل ہوگا اور حضور کی تو بڑی شان ہے
حضرات صوفیہ نے ہر عارف کے متعلق یہ ہی فرمایا ہے کہ عارف کی ہر حالتِ آیندہ ہر حالت
گذشتہ سے افضل ہوتی ہے کیونکہ وہ ہر دم ترقی کرتا رہتا ہے اسی کو فرماتے ہیں ؎

سیر زاہد ہر مہے یک سالہ راہ سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

غرض جب عارف کو ہر دم ترقی ہوتی رہتی ہے تو اس کو قبض سے پریشان نہ ہونا چاہئے
بلکہ اس کو حالت نزول پر محمول کرنا چاہئے اور یہ سمجھ لے کہ یہ نزول پہلے عروج سے
افضل ہے اور اس کے بعد جو عروج ہوگا یعنی بسط وہ اس نزول سے افضل ہوگا۔
تو اب واقعۂ معراج سے جو سبق ہم کو حاصل ہوا وہ دو باتیں ہیں ایک یہ کہ معراج کی حقیقت
قرب الٰہی ہے اور وہ سب انبیاء کو حاصل ہے تو یہ نہ کہنا چاہئے کہ معراج صرف حضور
ہی کو ہوئی ہے اور کسی نبی کو نہیں ہوئی نہیں بلکہ معراج سب کو ہوئی ہے ہاں اجمالاً
اِس کہنے کا مضائقہ نہیں کہ حضور کی معراج اوروں کی معراج سے افضل و اکمل ہے
وہ بھی اس طرح سے کہا جاوے جس میں دوسرے انبیاء کی معراج کی تنقیص نہ ہو بلکہ صرف
حضور کی افضلیت و اکملیت کا بیان ہو اور معراج ہی کی کچھ تخصیص نہیں مطلقاً تمام
احوال و مقامات انبیاء میں تفصیلی فضیلت جب تک منصوص نہ ہو بیان نہ کرنا چاہئے
جیسا عام لوگوں کی عادت ہے اور غضب ہے کہ بعض مصنفین بھی جن پر معقول کا غلبہ

ہے اس مرض میں مبتلا ہیں میرا تو ایسی باتوں سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔ مثلاً معراج ہی کے بارے میں اجمالاً یہ کہنے کا مضائقہ نہیں کہ حضور کی معراج دیگر انبیاء کی معراج سے افضل واکمل ہے کیونکہ آپ سید الانبیاء ہیں۔ آپ کو حق تعالیٰ سے جس درجہ قرب ہے وہ سب کے قرب سے بڑھا ہوا ہے اور معراج کی حقیقت قرب ہی ہے اور تفصیل کر کے یوں مت کہو کہ حضور کی معراج یونس علیہ السلام کی معراج سے اس لئے افضل ہے کہ آپ نیچے سے اُوپر بلائے گئے اور وہ اُوپر سے نیچے بلائے گئے کیونکہ میں بتلا چکا ہوں کہ نزول بنفسہ وجہ نقص نہیں بلکہ نزول تو ہر صاحب عروج کا اُس کے عروج سے افضل ہوتا ہے گو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یونس علیہ السلام کا نزول حضور کے عروج سے افضل ہو مگر تاہم یہ تو معلوم ہوگیا کہ نزول فی نفسہ سبب نقص نہیں اور اگر نزول کو علی الاطلاق نقص کہا جاوے تو نعوذ باللہ آپ حق تعالیٰ کے لئے بھی نقص کو ثابت کریں گے کیونکہ وہاں بھی نزول ثابت ہے حدیث میں ہے ینزل ربنا تبارک وتعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا پس نہ عروج علی الاطلاق افضل ہوا نہ نزول بلکہ جس کو جو عطا ہو جائے وہی افضل ہے ایک سبق تو یہ ہوا اور اس مقام پر چند تنبیہات ہیں۔

اوّل۔ اُوپر سے نیچے آنے کو جو معراج نزولی کہا گیا ہے نہ صرف مکان کے اعتبار سے بلکہ حقیقت نزول کے اعتبار سے مگر اتفاق سے وہ حقیقت اس صورت کے ساتھ مقرون ہوگئی۔

دوم۔ کسی نبی یا ولی کے کسی عروج کو جو اُس کے کسی نزول سے افضل کہا گیا ہے اس سے اس کلیہ میں شبہ نہ کیا جاوے کہ نزول افضل ہوتا ہے کیونکہ عروج کا افضل ہونا باعتبار بعض خصوصیات مقصودہ کے ہوتا ہے۔

سوم۔ یونس علیہ السلام کا نیچے جانا نزول کہا گیا ہے اور نزول کی افضلیت باعتبار توجہ الی الخلق للافادہ کے قرار دیگئی ہے سو اُس وقت یہ افادہ کہاں تھا جواب یہ ہے کہ ایک وجہ نزول کے افضل ہونے کی غلبہ انکسار وافتقار بھی ہے سو یہ حاصل تھی اور

ك ای یتوجہ علی الخلق فسمی توجہ الی الحوادث نزولاً ومقتضاہ ان یصح اطلاق العروج علی توجہ تعالیٰ علیٰ ذاتہ وصفاتہ ولعل ذالک ہو الماخذ لتسمیۃ الصوفیۃ توجہ السالک الی اللہ تعالیٰ وصفاتہ عروجاً وتوجہ الی الخلق نزولاً واللہ اعلم

قبض کا انفع ہونا بسط سے اس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔

دوسرا سبق۔ اس واقعہ معراج سے سالکین کو یہ حاصل ہوا کہ وہ جو اپنے حالات کا فیصلہ خود کرلیا کرتے ہیں۔ یہ اُن کی غلطی ہے مثلاً پہلے ذکر میں جی لگتا تھا خطرات نہ آتے تھے انوار کی کثرت تھی اس کو وہ افضل حالت سمجھتے ہیں پھر خطرات آنے لگے انوار میں کمی ہوگئی تو اب سمجھتے ہیں کہ ہم مردود ہوگئے خبر بھی ہے کہ وہ عروج کی حالت تھی اور یہ نزول کی حالت ہے اور معراج کی حقیقت آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ معراج کبھی عروج سے ہوتی ہے کبھی نزول سے ہوتی ہے اور دونوں حالتیں مقبول ہیں۔ پھر تم نزول کو ادون کیوں سمجھتے ہو بس سالک کی تو یہ حالت ہونا چاہیے ؎

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

چاہیے قبض ہو یا بسط ہر حال میں خدا سے راضی رہے اور اپنے لئے کوئی حالت تجویز نہ کرے اگر قبض کسی معصیت کی وجہ سے نہ ہو تو پھر اس کو نزول پر محمول کرنا چاہیے جو کہ صوفیہ کے نزدیک عروج سے افضل ہے مگر اپنے لئے تجویز اس کو بھی نہ کرے بلکہ جب بسط عطا ہو تو اسی میں خوش رہے حق تعالیٰ نے قبض و بسط و نزول و عروج تمہاری مصلحت کے لئے عطا فرمایا ہے وہی مصلحت کو خوب جانتے ہیں ایک عارف فرماتے ہیں ؎

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خندان ست
بعندلیب چہ فرمودۂ کہ نالان ست

ہاں احتیاطاً کثرت استغفار قبض کی حالت میں کرلینی چاہیے۔ ممکن ہے کہ یہ قبض کسی ظاہری یا باطنی گناہ سے آیا ہو تو استغفار سے اس کا تدارک ہو جاوے گا ؎

ہر چہ بر تو آید از ظلمات و غم
آں ز بیباکی و گستاخی ست ہم

غم چو بینی زود استغفار کن
غم بامر خالق آمد کار کن

خلاصہ سارے بیان کا یہ ہوا کہ واقعہ معراج سے ہماری دو غلطیوں کا ازالہ ہوا ایک تو یہ کہ ہم لوگ مقامات انبیاء میں کلام کرتے ہیں سو ہم کو ایسا نہ کرنا چاہیے تم کبھی اپنے قیاس سے یہ نہ کہو کہ فلاں نبی کا یہ مقام تھا اور یہ مقام دوسرے نبی کو حاصل نہ تھا تم کو انبیاء کے مقامات کی کیا خبر جو تم یہ فیصلہ کرنے چلے ہو اس کی وہی مثال ہے کہ لومڑی شیروں کا فیصلہ کرے اور اسی کا ضمیمہ یہ بھی ہے

کہ اولیاء کے مقامات میں بھی گفتگو نہ کرو کیونکہ انبیاء کی طرح اولیاء کے مقامات بھی مختلف ہوتے ہیں آجکل لوگ اس مرض میں بہت مبتلا ہیں ایک کہتا ہے کہ میرے پیر کا تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوتا جاڑے ہوں یا گرمی سفر ہو یا حضر ہمیشہ اپنے معمولات کو بخوبی پورا کرتے رہتے ہیں دوسرے کے پیر میں یہ کمال نہیں اس کے معمولات کبھی ناغہ بھی ہوجاتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میرے حضرت کو خدا کی طرف ایسی توجہ دائم رہتی ہے کہ اس میں کبھی فرق نہیں آتا ان کو معمولات ظاہری سے معمولات قلبیہ کا زیادہ اہتمام ہے غرض کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے یہ سب خرافات ہے بس جس سے جس کو نفع ہو سہا ہو اس سے لگا لپٹا رہے تم تفصیل کے لئے کس نے کہا ہے سالکین کو مقامات اولیاء میں بھی کلام نہ کرنا چاہئے دوسرا سبق یہ حاصل ہوا کہ سالک اپنے غیر اختیاری حال کو برا نہ سمجھے بشرطیکہ شریعت پر مستقیم ہو شریعت پر استقامت کے ساتھ جو حال بھی پیش آئے اس پر راضی رہے اور سب کو عروج و نزول پر محمول کرتا رہے یعنی کوئی حال عروج ہے کوئی نزول اور دونوں نعمت ہیں۔ اھ ملخصاً

فصل سوم

در قصیدہ النوریہ فی مدح خیر البریہ مترجمہ مولوی حفظ الرحمن سیوہاری

تبارک من اسری واعلی بعبدہ ۔۔۔ الی المسجد الاقصیٰ الی الافق الاعلی

بالاتر ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک رات میں سیر کرائی مسجد اقصیٰ و افق اعلیٰ تک اور بلند مرتبہ عطا فرمایا۔

الی سبع اطباق الی سدرۃ کذا ۔۔۔ الی رفرف اَبْھیٰ الی نزلۃ اخری

اور سیر سبع سموات تک اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور وہاں سے مقام رفرف تک جو مزین تھا قرب باری سے اور پہنچایا مرتبہ نزول باری تک۔

وسوّی لہ من حفلۃ ملکیۃ ۔۔۔ یشھد من آیات نعمتہ الکبری

اور مرتب کیا اس ذات اقدس کے لئے ایک فرشتوں کا جلوس تاکہ آپ خدائے قدوس کے نعمت عظمیٰ کے عظیم الشان نشانیوں کا مشاہدہ کریں۔

براق یساوی خطوہ مد طرفہ ۔۔۔ اتیح لہ واختیر فی ذلک المسری

اور اس ذات انور کی سیاحت کے لئے وہ براق منتخب و پسند فرمایا جس کی سبک رفتاری اس کی حد نظر تک تھی

وابدی لہ طی الزمان نعاقہ ۔۔۔ رویدا عن الاحوال حتاہ ماجری

زمانہ کی رفتار اور اس کے تغیرات تک کو کچھ دیر کے لئے آپ کے واسطے روک دیا گیا اس لئے زمانۂ ابتدائے سیاحت و انتہائے سیاحت میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔

ھنا موطن فوق الزمان ثباتہ ۔۔۔ علی حالۃ لیست بہ غیرٌ تتری

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس بارگاہ اعلیٰ میں زمانہ کی بلند تر مقام ہے جہاں حوادثات کو نیز انقلافات کا قطعی گذر نہیں

وكانت بجبريل الامين سفارة　　الى قاب قوسين استوى ثم اقصى

حضرت جبریل امین علیہ السّلام کی سفارت قاب قوسین ہی تک رہی اس لئے آگے وہ نہ چل سکے۔

اذا خلف السبع الطباق وراءه　　وصادف ما اولى لرتبته المولى

جبکہ اس ذات انور نے سبع سموات کو پیچھے چھوڑ دیا اور اس جگہ پہنچا جس کو خدائے قدوس نے آپ کے لئے مخصوص فرمایا تھا

نعم طائر القدس المنعم يشاوره　　خوافيه تطوى موطن السر والخفى

کیوں نہ ہو جب بارگاہ قدس کا طائر پرواز کرتا ہو تو اپنے شہ پروں کے ذریعہ تمام مقامات خفیہ و سریہ کو طے کر جاتا ہے جہاں کسی کا گذر نہیں۔

وكان عيانا يقظة لا يشوبه　　منام ولا قد كان من عالم الرؤيا

اور آپ کا یہ مشاہدہ بیداری میں تھا۔ اس میں نیند و عالم رویا کو قطعاً کوئی دخل نہیں۔

قد التمس الصديق ثم فلم يجد　　وصح عن شداد البيهقى كذا

(دیکھو) شدّاد بن اوسؓ سے بیہقی میں روایت ہے کہ صدیق اکبرؓ نے آپ کو تلاش کیا تو بستر پر نہ پایا۔

راى ربه لما دنا بفواده　　ومنه سرى للعين مازاغ لا يطغى

جب آپ کو قرب خاص حاصل ہوا تو رب عز وجل کی رویت نصیب ہوئی جس کی ابتدا قلب سے ہوئی اور پھر وہاں سے آنکھوں میں سرایت کر کے مازاغ البصر وماطغیٰ کا مصداق بن گئی۔

رأى نوره انى يراه مؤمل　　واوحى اليه عند ذاك بما اوحى

بے شک آپ نے نور خداوندی کو دیکھا اور اس کی کنہ اور حقیقت کو کہاں کوئی امیدوار دیکھ سکتا ہے اس وقت خدا نے اپنے بندوں پر وحی نازل فرمائی جو اسے منظور تھا۔

بحثنا فال البحث اثبات رؤية　　لحضرته صلى عليه كما يرضى

ہم نے رویت باری پر بحث کی اور خلاصہ بحث یہ ہے کہ حضرت حق جل وعلا کی رویۃ آپ کو ہوئی اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجے اپنی مرضی کے مطابق۔

وسلم تسليما كثيرا مباركا　　كما بالتحيات العلى ربه حيى

اور ہزاروں آپ پر سلام برکت نازل فرمائے جس طرح معراج میں آپ نے حق جل وعلا پر سلام کے تحائف بھیجے۔

كما اختاره البحر ابن عم نبينا　　واحمد من بين الائمة قد قوى

ہم نے رویت باری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم عبداللہ بن عباس کی پیروی کی ہے جو امت کے بہت بڑے عالم ہیں اور جب کہ امام احمد نے اُن کی تحقیق کی تقویت کر دی۔

فقال اذا ما المروزى استنباته　　راه راى المولى فسبحان من اسرى

امام مروزی نے اپنے اُستاذ امام احمد سے جب مسئلہ رویت کو پوچھا تو امام برابر ہاں دیکھا ہاں دیکھا فرماتے رہے پاک ہے وہ ذات جس نے شب کو سیر کرائی۔

رواه ابو ذر بان قد رايته　　وانى اراه ليس للنفى بل ثنيا

ابوذر غفاری سے روایت کی ہے کہ آپ کو رویت باری ہوئی۔ پھر ان کی انی اراہ روایت کرنا بر سبیل احتیاط ہے۔

نعم رؤیة الرب الجلیل حقیقة ... یقال لها رؤیا بالسنة الدنیا

ہاں خداوند جلیل کی رویت ایک ایسی حقیقت ہے جس کو دُنیا میں رویا کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا۔

والا فمرأی جبریل عوادة ... ولبس بدیعا شکله کان اوفی

ورنہ یہ کہنا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو یہ تو کوئی عجیب بات نہ ہوئی آپ ان کو بارہا دیکھتے تھے نہ یہ کہنا کہ اُن کو اصلی شکل میں دیکھنا کوئی نادر امر ہے۔

وذلك فی التنزیل من نظم نجمه ... اذا ما رعی الراعی ومغزاه قد وفی

قرآن مجید میں سورۂ والنجم کی تفسیر و نظم و ترتیب اسی طرح قائم رہ سکتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اگر اس کی آیات کا پورا پورا حق ادا کیا جائے۔

وکان ببعض ذکر جبریل فانسری ... الی کله والطول فی البحث قد عنی

ہاں بعض آیات میں ذکر حضرت جبرئیل علیہ السلام ہی کا تھا جو تمام کی طرف سرایت کر گیا اسی لئے کلام طویل ہوا اور بحث نے مشقت میں ڈال دیا۔

وکان الی الاقصی سری ثم بعده ... عروجا بجسمان من حضرة احری

آپ کا مسجد اقصیٰ تک جانا اسرا کہلایا اور اس کے بعد آپ نے جسد اطہر کے ساتھ عروج فرمایا ہاں اس جسم پاک نے بوقت عروج اس بارگاہ کے مناسب اوصاف اختیار کر لئے۔

عروجا الی ان ظللته ضبابة ... ویغشی من الانوار ایاه ما یغشی

آپ ملاء اعلیٰ کو تشریف لے گئے وہاں آپ کو انوار و تجلیات کے ابر نے ڈھانپ لیا۔

ویسمع للاقلام ثم صریفها ... ویشهد عینا ماله الرب قد سوی

آپ اس مقام پر قلموں کے چلنے کی آواز کو سنتے تھے اور آپ کی چشم مبارک اس چیز کو دیکھتی تھی جو آپ کے لئے خدائے قدوس نے تیار کی تھی۔

ومن غض فیه من هنات تفلسف ... علی جرف هار یقاان یردی

جو شخص ایسے امور میں فلسفہ کی رسوائیوں کو دخل دیتا ہے وہ ایسی ڈھانگ کے کنارہ کھڑا ہے جو عنقریب ورطۂ ہلاکت میں گرانے والی ہے۔

کمن کان من اولاد ماجوج فادعی ... نبوته بالغی والبغی والعدی

اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو اولاد ماجوج سے ہے اور جس نے اپنی بغاوت و تمرد و سرکشی سے نبوت کا دعویٰ کیا

ومن یتبع فی الدین اهواء نفسه ... علی کفره فلیعبد اللات والعزی

جو شخص دین میں بھی اپنے کفر و زیغ سے خواہشات نفسانیہ کا مطیع ہو وہ لات و عزیٰ کا پرستار ہے خدا کا پجاری نہیں ہوسکتا۔

تمت القصیدة الکریمة ... وبتمامها تمت الضمیمة

والله المحامد العظیمة ... وعلی رسوله صلوات جسیمة

ہر قسم کی عمدہ اور سستی کتب ملنے کا پتہ مولوی سید احمد مدیر کتبخانہ اعزازیہ دیوبند